جاری ہے زباں پر صفتِ شاہِ امم

ردِّ قادیانیت کورس (قسط ۲)

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سربجیب، ایک کلیم سربکف
(علامہ اقبالؒ)

عذابِ الٰہی سے کیسے بچا جائے؟

غیر مقلدین جواب دیں!

Sarbakaf.blogspot.com

TWO MONTHLY 'SAR BAKAF' ONLINE MAGAZINE دوماہی 'سربکف' برقی مجلہ

جلد ۲ | جنوری، فروری ۲۰۱۶ء | شمارہ ۱

مدیر: فقیر شکیب احمد عفی عنہ

اپنی تحریریں بلاگ کے "اپلوڈ" سیکشن میں جاکر اپلوڈ کردیں۔

یا اس ای میل پر روانہ کریں:

SarbakafMagazine@gmail.com

فیس بک لنک:

http://Facebook.com/SarbakafMagazine

بلاگ لنک:

http://Sarbakaf.blogspot.com

فہرست

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش

لاکھ حکیم سر بجیب، ایک کلیم سر بکف

(علامہ اقبالؒ)

اداریہ

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾

پڑھو اپنے پروردگار کا نام لے کر جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ (سورہ ۹۶، العلق: ۱)

دو رنگی چھوڑ دے...

(قسط ۲)

مدیر

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

اس طبقے کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں آس پاس والے محض مسلمان نہیں، بلکہ ولی اللہ میں سے تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے اعمال محض فرائض و واجبات والے نہیں، بلکہ نوافل تک ہوتے ہیں۔ سونے پر سہاگا یہ کہ دوسروں کو دعوت بھی دیتے ہیں۔ لیکن خود وہ نہیں کرتے جو کہتے ہیں۔

دنیا کی نگاہ میں، اولیاء اللہ کا درجہ پانا کیا مشکل ہے؟ ہر کوئی پا سکتا ہے۔ دنیا دلوں کے اندر نہیں جھانکتی، دنیا آپ کے ذاتی کرتوتوں سے واقف نہیں ہوتی، یا یہ کہہ لیں کہ ہمارا پیارا اللہ لوگوں کو واقف نہیں کراتا... ورنہ خدا کی قسم! اگر اللہ گناہوں میں بدبو پیدا کر دے تو ہمیں ولی اللہ سمجھنے والے، ہم سے مشورہ مانگنے والے، دوسروں کی تربیت کے لیے ہم سے درخواست کرنے والے ہمارے گناہوں کے تعفن سے پاس بیٹھنا پسند نہیں کریں گے۔

یوں لگتا ہے جیسے دو رنگی کی زندگی گزارنے والوں سے فرشتے دور... بہت دور پرے ہو جاتے ہیں۔ کہ یا اللہ! یہ لوگوں کو ترغیب دینے والا گناہوں میں خود اس قدر ڈوبا ہوا ہے، کہ اس کی بدبو سے ہم اس کے قریب بھی نہیں جا سکتے۔ پھر اللہ گویا فرشتوں کی شکایت پر اللہ کریم... ڈانٹتے ہوئے کہتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ②

اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟

[سورہ ۶۱، الصف: ۲]

فیس بک اور واٹس ایپ پر اکثر یہ "ولی اللہ" مناظرے کرتے ہوئے آپ کو مل جائیں گے۔ جن کے علم سے ایک بڑا طبقہ فیضیاب ہو رہا ہوتا ہے اور ان سے مرعوب ہوتا ہے۔ کوئی بھی اچھی بات ہو، اسے شیئر کرتے ہوئے یہ ہچکچاتے نہیں، نیکی میں دیر کیسی! فوراً اللہ کے بندے جو فیس بک پر "الٹے سیدھے" کاموں میں مشغول ہیں، ان تک احادیث کا تحفہ پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اسی "ولی" کے فیک اکاؤنٹس لڑکیوں کے نام پر چل رہے ہوتے ہیں۔ ان کا کام روزانہ پندرہ، بیس احادیث ارسال کرنا اور تین چار فحش اور گندے میسجز اپنی فیک آئی ڈی کے ذریعے سے بھیجنا ہوتا ہے۔ دوسرے ہی دن مناظرِ اسلام اور باطل شکن بن کر پھر میدان میں کود پڑتا ہے۔

یہ "ولی اللہ" راستہ چلتے ہوئے کوئی موقع بد نظری کا ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ ہاں، یہ ضرور دیکھتا ہے کہ کوئی مجھے دیکھ تو نہیں رہا۔ بس، اگر لوگ نہ دیکھیں تو میں ابھی اپنے کمینہ پن کا ثبوت دے دیتا۔

حتیٰ کہ دینی فکروں اور باتوں کو اوڑھے ہوئے اللہ والوں کے ساتھ سفر جاری ہوتا ہے۔ جماعت کے ساتھ گشت میں نکلتا ہے تو یوں کسمساتا ہے کہ میرے جاننے والے ساتھ ہیں، ورنہ میں اسے دیکھ لیتا۔ کاش میرے ساتھ کوئی نہ چل رہا ہوتا تو میری کمینی آنکھوں کی ہوس پوری ہو جاتی۔ کاش یہ دین دار لوگ میرے ساتھ نہ ہوتے تو نفس کی خواہش کی تکمیل ہو جاتی۔

ہائے افسوس! کاش میں گشت میں نہ چل رہا ہوتا تو اپنی خباثت کا ثبوت دے دیتا۔

اس بد بخت کو علم نہیں کہ اس کی نحوست سے پوری جماعت کا گشت بے اثر ہو رہا ہے، اور نہ جانے کتنے لوگوں کی آخرت سنورنے سے رہ گئی ہے۔ سوچ صرف اتنی کہ میری آنکھوں کی ہوس پوری ہو جائے، حرام لذت پانے کا یہ موقع کہیں میں نہ کھو دوں۔ ساری دنیا بھاڑ میں جائے، میں نے شیطان سے دوستی گانٹھ لی ہے، میں نے یہ گناہ کرنا ہی ہے۔

بس...... کوئی دیکھ نہ رہا ہو!

چپکے سے، بہانے سے نظر گھماتا ہے، آنکھوں کے کونے سے دیکھتا ہے، اور پھر طمانیت سے حرام لذت کو محسوس کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے... شیطان بلند و بانگ قہقہے لگاتا اس کی حرکت سے محظوظ ہوتا ہے۔

اور پھر اللہ کا پاک کلام پس منظر میں پکارتا ہے:

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ

وہ (اللہ) آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے

وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ

اور ان باتوں کو بھی جن کو سینوں نے چھپا رکھا ہے

[سورہ ۴۰، غافر: ۱۹]

کاش اے دوغلے انسان! تو فرش والوں کی بجائے عرش والے رب کے ڈر سے گناہ چھوڑتا۔

(جاری......)

فقیر شکیب احمد عفی عنہ

بروز بدھ، ۸:۰۵ بجے صبح

STANDARD AAYAH FORMAT

قرآن پاک کی آیات کے حوالے کے متعلق ایک معیار کا تعین ضروری تھا۔ اس کے لیے عموماً انگریزی میں کولون کے بائیں طرف سورہ نمبر، اور دائیں جانب آیت نمبر لکھا جاتا ہے (مثلاً ۳:۱ یعنی پہلی سورہ کی تیسری آیت)۔ البتہ اس ترتیب کو اردو میں کرنے پر سورہ نمبر دائیں طرف اور آیت نمبر بائیں طرف کیا جاتا ہے (مثلاً ۱:۳) لیکن انگریزی کے اس فارمیٹ سے مانوس ہونے کے سبب ہم اسے الٹا (یعنی ۳:۱) پڑھ بیٹھتے ہیں۔ اور اگر اسے انگریزی ہی سے ہم آہنگ کر کے ۳:۱ لکھیں گے تو اردو میں لکھا ہوا ہونے کے سبب ہو سکتا ہے بعض احباب اسے بھی الٹا پڑھ لیں۔ اس کے علاوہ اس طرز پر سورہ کا نام بھی آنا ضروری ہوتا ہے، بعض لوگوں کو اس میں سہولت ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی آیت نمبر کو الفاتحہ:۳ کے طرز پر لکھتے ہیں۔ اس فارمیٹ کی خامی یہ ہے کہ اس میں سورہ نمبر نہ لکھا ہونے کی وجہ سے قرآن کی ساری فہرست میں مطلوبہ سورہ ڈھونڈنی پڑتی ہے اور اس کے بعد آیت نمبر کی باری آتی ہے۔ ان تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے قرآنی آیات کا Standard Format چنا ہے وہ یوں ہے۔ سورہ ۱، الفاتحہ:۳۔ اس میں بغیر کسی ابہام کے حوالہ بھی مکمل دستیاب ہوتا ہے اور تمام جزئیات بھی سمٹ جاتی ہیں۔ مضمون نگاروں سے گزارش ہے کہ حوالوں کے لیے اپنی آئندہ تحریر میں اس فارمیٹ کا استعمال کریں تاکہ مجلہ پروفیشنل ٹچ سے مزید قریب ہو سکے۔

(مدیر)

قرآنِ مقدس

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿٤٥﴾

لہٰذا قرآن کے ذریعے ہر اس شخص کو نصیحت کرتے رہو جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔ (سورہ ۵۰، ق: ۴۵)

دشمن کو دوست بنانے کا قرآنی نسخہ

محمد بن احمد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿٣٤﴾

اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، تم بدی کا دفاع ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو، نتیجہ یہ ہوگا کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی، وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا ہو جائے گا جیسے وہ (تمہارا) جگری دوست ہو (آسان ترجمہ قرآن- سورہ ۴۱، حٰم سجدہ: ۳۴)

ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ فراء نے کہا: لا زائدہ ہے کلام یوں ہے

ولا تستوی الحنة والسئة

اور یہ شعر پڑھا:

ما كان يرضى رسول الله فعلهم

و لطيبان ابو بكر و الاعمر

رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر دونوں پاکیزہ ہستیاں ان کے عمل پر راضی نہ تھے۔

شعر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: حسنہ لا ءالہ الا اللہ ہے اور سیئہ شرک ہے۔

- ایک قول یہ کیا گیا ہے: حسنہ سے مراد طاعت ہے اور سیئہ سے مراد شرک ہے بعینہ یہ قول ہے۔
- ایک قول یہ کیا گیا ہے: حسنہ سے مراد عفو و درگزر ہے اور سیئہ سے مراد انتقام ہے۔

- ضحاک نے کہا: حسنہ سے مراد علم ہے اور سیئہ سے مراد فحش ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حسنہ سے مراد آل رسول سے محبت ہے اور سیئہ سے مراد ان سے بغض ہے۔

ادفع بالتی ھی احسن آیت سیف کی وجہ سے یہ منسوخ ہے اور اس میں سے مستحب باقی ہے وہ حسن معاشرت، برداشت کرنا اور چشم پوشی کرنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: آدمی تیرے ساتھ جہل سازی کرتا ہے اپنے حلم کے ساتھ اسے کے جہل کو دور کرے۔ ان سے یہ قول بھی مروی ہے: مراد ایسا آدمی ہے جو دوسرے کو گالی دیتا ہے دوسرا کہتا ہے: اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے، اسی طرح ایک اثر مروی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہی بات ایک ایسے آدمی سے کہی جس سے آپ نے اسی قسم کی اذیت پائی تھی۔

- مجاہد نے کہا: بالتی ھی احسن سے مراد یہ ہے سلام کہنا جب وہ اپنے دشمن سے ملے؛ یہ عطا کا قول ہے۔
- ایک تیسرا قول ہے جو قاضی ابو بکر بن عربی نے احکام میں ذکر کیا ہے جو مصافحہ ہے ایک اثر میں ہے
تما فحوا یذھب الغل
- باہم مصافحہ کیا کرو کینہ جاتا رہتا ہے۔ امام مالک مصافحہ کی رائے نہ رکھتے تھے آپ کی سفیان کے ساتھ ملاقات ہوئی اور مصافحہ کے بارے میں گفتگو کی۔ سفیان نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر طیار سے اس وقت مصافحہ کیا تھا جب آپ حبشہ سے واپس لوٹے تھے۔ امام مالک نے فرمایا: یہ حکم خاص ہے۔ سفیان نے ان سے کہا: جو چیز رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص ہے وہ ہمارے لیے بھی خاص ہے، جو آپ کے لیے عام ہے وہ ہمارے لیے بھی عام ہے، مصافحہ ثابت ہے اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔
- قتادہ نے روایت کی ہے کہا میں نے حضرت انس سے کہا: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں مصافحہ کا معمول تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔
- ایک اثر ہے: محبت کا کمال ہاتھ پکڑنا ہے۔
- محمد بن اسحاق (جو امام مقدم ہے) زہری سے وہ عروہ سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ مدینہ طیبہ آئے جبکہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے اس نے دروازہ کھٹکھٹایا رسول اللہ ﷺ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے اس کی طرف بڑھے جبکہ جسم پر پورا لباس نہ تھا اللہ کی قسم! میں نے اس سے قبل اور اس کے بعد آپ کو بے لباس نہ دیکھا رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ معانقہ کیا اور اسے بوسہ دیا۔

میں کہتا ہوں: امام مالک سے مصافحہ کا جواز مروی ہے یہی علماء کی جماعت کا نقطہ نظر ہے۔ سورۃ یوسف میں بحث گذر چکی ہے وہاں ہم نے حضرت براء کی حدیث کا ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو وہ مسلمان آپس میں ملتے ہیں ان میں سے ایک اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑتا ہے وجہ دونوں میں محبت اور خلوص ہوا کرتی ہے تو ان کے گناہ ان دونوں کے درمیان گرا دیے جاتے ہیں۔

فاذالذی بینك وبینه عداوة كانه ولی حمیم۔

ولی حمیم یعنی قریبی دوست۔ مقاتل نے کہا: یہ آیت ابو سفیان بن حرب کے حق میں نازل ہوئی وہ نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچایا کرتا پہلے وہ دشمن تھا بعد میں رشتہ مصاہرت کی وجہ سے دوست بن گیا پھر وہ اسلام لے آیا۔ اسلام میں ولی اور قرابت میں حمیم بن گیا۔

- ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ آیت ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی وہ نبی کریم ﷺ کو اذیتیں دیا کرتا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو اس پر صبر اور درگزر کا حکم دیا؛ یہ ماوردی نے ذکر کیا ہے۔ پہلا قول ثعلبی اور قشیری نے ذکر کیا ہے وہ زیادہ مناسب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

  فاذالذی بینك وبینه عداوة كانه ولی حمیم۔

- ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے حکم تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں غضب کے وقت صبر، جہل کے وقت حلم، زیادتی کے وقت عفو کا حکم دیا جب لوایسا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں شیطان سے محفوظ رکھتا ہے اس کے دشمن کو زیر کر دیتا ہے۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی شیر خدا کے غلام قنبر کو گالی دی حضرت علی شیر خدا نے اپنے غلام کو آواز دی: اے قنبر! اپنے گالی دینے والے کو چھوڑ دو، اس سے بے نیاز ہو جا رحمٰن تجھ سے راضی ہو گا شیطان ناراض ہو گا اور تو اپنے گالی دینے والے کو سزا دے گا احمق کو اس سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں کہ اس کو جواب نہ دیا جائے انہوں نے یہ اشعار ذکر کیے:

ولكفت عن شتم اللیم تكرما اضر له من شته حین یشتم

شرافت کی بنا پر کمینے آدمی کو گالی پر جواب نہ دینا اس کے لیے زیادہ تکلیف دہ ہے بنسبت اس کے گالی کے وقت اسے گالی دی جائے۔

وما شیء احب الی سفیه اذا سب الكریم من الجواب

متاركة السفیه بلا جواب اشد علی السفیه من السباب

بے وقوف کے لیے جو سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں جب وہ جو کریم کو گالی دے۔ جواب کے بغیر سفیہ کو چھوڑ دینا سفیہ بے وقوف کے لیے گالی دینے سے زیادہ سخت ہے۔

محمود دراق نے کہا:

سانزم نفسی الصفح عن کل مذنب وان کثرت منه لدی الجرائم

میں ہر گناہ گار سے درگذر کرنا اپنے اوپر لازم کرتا ہوں اگرچہ اس کے جرائم میرے ہاں بہت زیادہ ہوجائیں۔

فما الناس الا و احد من ثلا ئة شریف و مشروف ومثل مقاوم

فاما الذی فوقی فاعرف قدره واتبع فیه الحق والحق لازم

لوگ تینوں میں سے ایک ہی ہوتا ہے شریف، کمینہ اور مدمقابل جو مجھ سے بلند مرتبہ ہے میں اس کی قدرو منزلت کو پہچانتا ہوں اور میں اس کے بارے میں حق کی اتباع کرتا ہوں اور حق لازم ہے۔

واما الذی دونی فان قال صنت عن ءاجابیه عرجی وان لام لا تم

جو مجھ سے مرتبہ میں کم ہے اگر وہ کچھ بات کرے تو میں اپنی عزت کو اس کا جواب دینے سے محفوظ رکھتا ہوں اگرچہ ملامت کرنے والا ملامت کرے۔

وءاما الذی مثلی فان ذل اوهفا تفضلت ان الفضل بالحلم حا کم

جو مرتبہ میں میری مثل ہے اگر وہ لغزش کرے تو میں بڑائی کا اظہار کروں بے شک فضیلت کا فیصلہ حلم کے ساتھ ہی ہونے والا ہوتا ہے۔☆

☆ تفسیر قرطبی۔ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر قرطبی، سورہ ۴۱، حم سجدہ: ۳۴، تاریخ اشاعت غیر مذکور

حدیث شریف

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ

جس نے رسول کی اطاعت کی، حقیقت میں اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (سورہ ۴ ،النساء : ۸۰)

الاحادیث المنتخبہ -۴

پیش کش: مدیر

'سر بکف' کے پہلے شمارے سے اس سلسلے کے تحت وہ احادیث لائی جارہی ہیں جو عموماً قارئین کو یاد ہوتی ہیں، نیز وہ احادیث بھی جو تبلیغی جماعت والے استعمال کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے احادیث کی ترویج درست طریقے پر ہو گی، اور من گھڑت قصے کہانیوں کو بطور حدیث پیش کرنے کی فاش غلطی کا سد باب ہوگا انشاء اللہ۔ احادیث بمع حوالہ درج کی جاتی ہیں، تاکہ بوقتِ ضرورت کام آسکیں۔ (مدیر)

دو کلمے، زبان پر ہلکے، میزانِ عمل پر بھاری...... صحیح بخاری

حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر ۲۴۵۶ حدیث مرفوع مکررات ۱۳ متفق علیہ ۵)

مکررات: ☆ صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر ۱۳۵۵ ☆ صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر ۲۳۴۵ ☆ جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر ۱۴۲۱ ☆ سنن ابن ماجہ: جلد سوم: حدیث نمبر ۶۸۶

احمد بن اشکاب، محمد بن فضیل، عمارہ بن قعقاع، ابوزرعہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ کو بہت محبوب ہیں اور زبان پر نہایت ہلکے ہیں مگر میزان (تول) میں بہت بھاری ہیں، وہ کلمات یہ ہیں سُبْحَانَ اللَّہِ وَبِحَمْدِہِ سُبْحَانَ اللَّہِ الْعَظِيمِ۔

وضو لازمی ہے

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر ۱۸۸۱ حدیث متواتر حدیث مرفوع مکررات ۷ متفق علیہ ۳)

مکررات: ☆ صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر ۱۳۹ ☆ صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر ۵۳۷ ☆ سنن ابوداؤد: جلد اول: حدیث نمبر ۵۹ ☆ جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر ۷۴ ☆ مسند احمد: جلد چہارم: حدیث نمبر ۹۱۱ ☆ مسند احمد: جلد چہارم: حدیث نمبر ۱۰۵۴

اسحاق، عبدالرزاق، معمر، ہمام، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے بے وضو شخص کی نماز قبول نہیں کرتا ہے یہاں تک کہ وہ وضو کرے۔

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ

ردِّ فرق باطلہ

اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کرکے دعوت دو، اور (اگر بحث کی نوبت آئے تو) ان سے بحث بھی ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو۔ (سورہ ۱۶، النحل: ۱۲۵)

ہندو مذاہب میں بت پرستی کی ممانعت

امبریس اسلام

یوں تو ہندو مت میں کئی خداؤں کو مانے جانے کا بھی تصور زیادہ ہے جسے پینتھیزم pantheism کہا جاتا ہے جس میں اللہ کی بنائی دنیاوی چیزوں کو خدا مانا جاتا ہے۔لیکن ہندو مذاہب کے تعلیم یافتہ طبقات بت پرستی کو نہیں مانتے۔ویسے بھی ہندو مذہبی کتابیں بھی دیوی دیوتاؤں کی کثرت پر اعتقاد رکھنے والوں کو اندھا ر اور توہم و خرافات میں گرفتار بتایا گیا ہے۔کثیر دیوتاؤں کے بائیکاٹ کا حکم بھی صریح اور کھلے طور پر دیا گیا ہے۔

۱)ویدوں میں بت پرستی کی ممانعت

* دیو یرا سیتی یہہ رشی (رگ وید۔۱-۱۲-۱۴)

* ترجمہ:۔ سینکڑوں دیوتاؤں کا بہشکار کرو۔

*ترجمہ۔اے قادر مطلق عظیم الشان پروردگار ہم اپنی جہالت سے گمراہ ہوتے ہیں۔ہمارے اوپر مہربانی کیجئے۔(رگ وید ۔منڈل ۷ سوکت ۸۹ منتر ۳)

* ترجمہ۔اسی سے آسمان میں مضبوطی اور زمین میں استحکام ہے اس کی وجہ سے روشنیوں کی بادشاہت ہے اور آسمان محراب (کی شکل)میں ٹکا ہوا ہے۔فضا کے پیمانے بھی اسی کے لئے ہیں(اسے چھوڑ کر)ہم کس خدا کی حمد کرتے ہیں اور نذر انے چڑھاتے ہیں؟(رگ وید۔منڈل ۱۰ سوکت ۱۲۱ منتر ۶)

*ترجمہ۔وہ تمام جاندار اور بے جان دنیا کا بڑی شان و شوکت کے ساتھ اکیلا حکمراں ہے وہی تمام انسانوں اور جانوروں کا رب ہے (اسے چھوڑ کر ہم کس خدا کی حمد کرتے ہیں اور نذرانے چڑھاتے ہیں۔(رگ وید۔منڈل ۲ سوکت ۱۲۱ منتر ۳)

*ترجمہ۔اس زمین و آسمان کو جس نے تخلیق دی اور جس نے آسمان پر پانی تیار کیا ہے اس میں ایک چمکتے ہوئے سورج کو قائم کیا اس کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔(رگ وید۔منڈل ۲سوکت ۱۲۱منتر ۳)

* اندھا تم پر وشنتی اسم بھوتی مُپاستے۔

(اس شلوک میں بت پرستی کو سخت ممانعت کی گئی ہے۔جس شلوک کا ذکر وید اور قرآن صفحہ ۳۵ میں کیا گیا ہے۔)

"جو لوگ باطل وجود والے دیوی دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہیں وہ (جہالت کے) کردینے والے گہرے اندھیرے میں ڈوب جاتے ہیں۔(یجر وید۔۹-۴۰)

*نہ تستے پر تما اتستی۔(یجروید ادھیائے ۳-۳۲)

*ترجمہ :اس کا کوئی آکار کوئی تصویر نہیں وہ نرا کار ہے۔اسے کوئی اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا۔

(شدھ ہندو کون 'پنڈت ہر دیال جی)(یجر وید ۳-۳۲)

*ترجمہ۔اوپر 'اطراف میں درمیان میں کہیں کسی نے اس (خدا)کا احاطہ نہیں کیا۔۔اس کی کوئی شبیہ(یا صورت)نہیں ہے۔۔۔ اس کی شان عظیم ہے۔(یجر وید۔ادھیائے ۳۲منتر ۲)

*ترجمہ۔وہ ہی ہر چیز کا نگہبان ہے اور وہ جسم سے پاک ہے۔(یجر وید ادھیائے ۴۰منتر ۸)

*ترجمہ۔خدا نے حق و باطل کی کیفیت کو سمجھا کر حق کو باطل سے جدا کردیا کہ ائے لوگوں حق پر ایمان لاؤ اور باطل پر ایمان مت لاؤ۔(یجر وید ادھیائے ۱۹منتر ۷۷)

مذکورہ بالا۔یہی شلوک سویتا سواتر اپنشد ادھائے ۴شلوک ۱۹۔۲۰ میں بھی ذکر آتا ہے۔

* خدا وند بغیر کسی جسم کا ہے اور پاک و خالص ہے۔(یجر وید ادھیائے۔۸-۴۰)

* ایکم ست وپرابہوواداننتے۔

* سچائی صرف ایک ہے 'سادھو 'سنت اور مہاپروش ایشور کو (خدا کو)کئی ناموں سے اگنی ،یم اور ماترشون صفات سے پکارتے ہیں۔(رگ وید کتاب نمبر ا۔۴۶-۱۶۴)

اسی کے ساتھ ساتھ (رگ وید ادھیائے ۷-۱۵/سام وید ادھیائے ۵۳-۱۸)کے شلوک بھی عقیدہ توحید اور بت پرستی کی ممانعت کی تعلیم دیئے ہیں۔

* ترجمہ۔چانداور یہ سبھی سیارے اسی کی حمد کرتے رہتے ہیں۔(اتھرویدکانڈ۱۳سوکت ۴منتر۲۸)

* ترجمہ۔اس نے سورج کو روشن کیا رات کو بنایا۔آسمان کو بنایا'ہوا کو بنایا جہتوں کو تخلیق دی 'زمین 'اگنی پانی کو اسی نے تخلیق دی اور وہ خود ہی سے ہے اسے کسی نے پیدا نہیں کیا۔(اتھر وا وید انڈ۔۱۳۔سوکت۔۴۔منترا۲۹ تا۳۷)

* ترجمہ۔ائے گروہ علماء ائے میرے لوگوں بے کار چکر میں مت پڑو۔پرماتما کو چھوڑ کر اور کسی کی استتی (تسبیح) نہ کرو تم سب مل کر اس عظمت والے پرمیشور کی ہی بار بار تسبیح کرو۔(پنڈت دیودت'اتھرویدکانڈ۲۰سوکت ۸۵منترا)

* ترجمہ۔وہ پرمیشور نہ دوسرا ہے نہ تیسرا اور نہ چوتھا ہی اسے کہاجاسکتاہے وہ پانچواں چھٹا اور ساتواں بھی نہیں ہے۔آٹھواں نواں اور دسواں بھی نہیں وہ "اکیلا ہے"وہ ان سب کو الگ الگ دیکھتا ہے جو سانس لیتے ہیں یا نہیں لیتے'تمام طاقتیں اسی کی ہیں وہ بڑی طاقت والا ہے جس کے قبضہ قدرت میں پوری کائنات ہے وہ ایک ہے اس کی طرح کا کوئی دوسرانہیں اور یقینی طور پر وہ ایک ہی ہے ۔ (اتھرویدکانڈ۱۳سوکت۴منتر۱۶۔تا ۱۸)

۲)اپنشد میں بت پرستی کی ممانعت

*نہ چسے کسیچ جینتا نہ کدی یا

اس ایشور کا کوئی پالن ہار نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ماں باپ ہیں۔

(شویتا سواتر اپنشد ادھیائے ٦۔شلوک ۹)

*نہ تسیے پر آتمااستی

اس خدا کا کوئی عکس نہیں ہے کوئی اس جیسا نہیں ہے جو عظمت والا ہے۔

(شویتا سواتر اپنشد ادھیائے۔۱۹-۴)

* ترجمہ۔میرے صفات کو نہ جاننے والے بے وقوف لوگ مجھے جسم والا سمجھ کر میری بے عزتی کرتے ہیں۔
(گیتا۔ادھیائے۹شلوک۱۱)

* ترجمہ۔اپنی غیر ظہور پذیر شکل میں تمام کائنات میں سرائیت کئے ہوئے سبھی جاندار مجھ میں سیہیں لیکن میں ان میں رہتا نہیں۔(گیتا۔ادھیائے۹شلوک۱۱)

مندرجہ بالا شلوک کے مطلب کو قرآن اس طرح واضح کرتا ہے۔

لم یکن لہ کفوا احد(سورہ اخلاص آیت۴)

اور کوئی اسکا ہمسر نہیں ہے۔

لیس کمثلہ شئی وھو السمیع البصیر (سورہ شورہ آیت۱۱)

کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہہ نہیں ہے وہ سب کچھ دیکھنے سننے والا ہے۔

مطلب۔ایشور صرف ایک ہی ایک کے سوا دوسرا نہیں ہے۔(شدھ ہندو کون سے ماخوذ)

(شویتا سواتراپنشد ۳شلوک ۱اور ۲)

شدھ ہندو کون ،اس کتاب کے مصنف پنڈت ہردیال جی اوپنشد کا حوالہ دیتے ہوئے۔ایک خدا کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

مطلب۔اس جیوتی سوروپ دوے پرش کی کوئی مورت نہیں ہے۔وہ اندر باہر پوتر اور کاریہ برہم سے اونچا ہے۔

(ہندی اقتباس)

۳)بھگوت گیتا میں بت پرستی کی ممانعت۔

*جن کی فہم مادی خواہشاتنے سلب کر لی ہے۔انہوں نے دیوتاؤں (اوتاروں) کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں اور پھر مرضی کے مطابق پوجا کے اصول بنالئے ہیں۔ (بھگوت گیتا باب ۷شلوک ۸)

اس شلوک میں بھگوت گیتا کہہ رہی ہے کہ مادہ پرست لوگ اصل خدا کو چھوڑ کر نیم دیوتاؤں کی عبادت شروع کر دیتے ہیں۔واضح ہو کہ بھگوت گیتا ہندوؤں میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

*ترجمہ۔جو لوگ دوسرے دیوتاؤں کے بھگت ہیں اور پوری عقیدت سے انکی پوجا کرتے ہیں تو وہ بہت ہی غلط راستے پر ہیں۔اور غلط طریقہ اختیار کرتے ہیں۔(بھگوت گیتا ادھیائے ۹۔شلوک ۲۳)

اس شلوک میں بھی صاف طور پر دیگر دیوتاؤں کی پرستش کی ممانعت کی گئی ہے۔

*۱۔ترجمہ۔لیکن جو لوگ اپنی اندریوں کو قابو میں کرکے اور سب کو یکساں سمجھ کر اس غیر ظاہر کی پوری طرح سے پوجا کرتے ہیں جو اندریوں کی پہنچ سے پرے 'ہر جگہ موجود 'ناقابل تصور 'نہ بدلنے والا 'ثابت قدم اور غیر ساکن ہے 'یعنی پرم ستیہ کا غیر شخصی تصور وہ سب انسانوں کی بھلائی میں مشغول رہ کر آخر کار میرے ایسے تصور کو پالیتے ہیں۔(بھگوت گیتا ادھیائے ۱۲۔شلوک ۳۔۴)

*۲۔ترجمہ۔اور میں ہی اس نراکار (غیر شخصی) برہم کی بنیاد ہوں 'جو امر 'اویناشی اور دائمی ہے جو پرم ستیہ کی فطری حالت ہے۔(بھگوت گیتا ادھیائے ۱۴۔شلوک ۲۷)

*۳۔ترجمہ۔جن کی عقل مادی خواہشات میں الجھ گئی اور پھنس گئی ہیں وہی دیگر دیوتاؤں کی شرن لینے جاتے ہیں اور اپنی اپنی فطرت کے مطابق پوجا بھی کرنے لگتے ہیں۔(بھگوت گیتا ادھیائے ۷۔شلوک ۲۰)

مولناشمس نوید عثمانی کی ایک کتاب(اگر اب بھی نہ جاگے تو!) میں اپنے تفسیر بھگوت گیتا صفحہ ۳۲۶سے ایک شلوک درج کیا ہے۔

(ترجمہ۔صرف ایک سب سے طاقتور خدا کو اپنا مالک مانتے ہوئے خود غرضی اور گھمنڈ چھوڑ کر خلوص اور جذبہ اور سچے پیار کے ساتھ لگاتار تفکر کرنا ایسی عبادت ہے جو بدکاری سے پاک ہے۔)(تفسیر گیتا صفحہ ۳۲۶کلیان گور کھپور)

*۴۔ترجمہ:۔میرے صفات کو نہ جاننے والے بے وقوف لوگ مجھے جسم والا سمجھ کر میری بے عزتی کرتے ہیں۔☆

(گیتا۔ادھیائے ۹،شلوک ۱۱)

*۵۔ترجمہ:۔اپنی غیر ظہور پذیر شکل میں تمام کائنات میں سرائت کیے ہوئے سبھی جاندار مجھ میں ہیں لیکن میں ان میں رہتا نہیں۔(گیتا۔ادھیائے ۹،شلوک ۴)

☆☆☆

قانونی آگاہی

اسمِ مجلہ	سربکف
حالیہ شمارہ	سربکف ۴: جنوری، فروری ۲۰۱۶-جلد ۲، شمارہ ۱
سنِ آغاز	۲۰۱۵(جولائی)
مدتِ اشاعت	دوماہی(Two Monthly)
مدیر	شکیب آحمد
اوسط تعداد	لاتعداد
میدانِ اشاعت	آن لائن(برقی مجلہ)E-publish, Online
زمرہ	اسلامی

☆ اللہ کرے یہ بات غیر مقلدین کی سمجھ میں بھی آجائے۔(مدیر)

بھائی سراج الدین سے ایک ملاقات

سراج الدین / راکیش کمار

غیر مسلم بھائیوں میں دعوت کے اسلوب کو بیان کرنے کے لیے، اور دعوت الی اللہ پر اُبھارنے کے لیے یہ سلسلہ سربکف نے پیش کیا ہے، اس کے تحت غیر مسلم بھائیوں کے مشرف بہ اسلام ہونے کے واقعات لائے جائیں گے۔ شاید کہ اُن بیمار ذہنوں کا علاج ہوسکے جو غیر مسلموں کے لیے صرف جہاد ہی کو فیصل سمجھتے ہیں۔ (مدیر)

احمد اوّاہ: السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

سراج الدین: وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ

س: سراج الدین بھائی آپ آج کل کہاں رہ رہے میر اور کیا کر رہے ہیں ؟

ج: میں آج کل میوات میں رہ رہا ہوں، میں پتھر والوں کے یہاں منیم گیری کر رہا ہوں۔

س: سنا ہے وہاں اپنے مکان بھی بنالیا اور آپ کی شادی بھی ہوگئی ہے ؟

ج: الحمدللہ وہاں پر اللہ نے سرچھپانے میرے کے لئے ایک گھر دے دیا ہے، اگرچہ وہ قرض سے بنا ہے اور ابھی پوری طرح مکمل بھی نہیں ہوا ہے مگر پھر بھی اپنا ہوگیا ہے اور قرض بھی اللہ تعالی نے کافی ادا کرادیا ہے، اور الحمدللہ شادی بھی حضرت نے گورکھپور کی ایک مہاجر اللہ والی سے کرادی تھی، جناب محمد زماں خاں کے یہاں سے نکاح ہوا اور زماں خاں صاحب اور ان کے گھر والوں نے اپنی بیٹی کی طرح ان کو رخصت کیا، واقعی دعوت کے لئے اس طرح ہر قربانی کے لئے تیار رہنے والے میں نے بہت کم لوگوں کو دیکھا ہے، آدھی رات کو خود جناب زماں خان اور ان سے زیادہ ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کے سب بچے ہر طرح تیار، ہمارے حضرت کو کچھ لوگ تو ایسے ملے ہیں اگر چند سو گھرانے ایسے مل جائیں تو پورے ملک میں انقلاب آجائے۔

س: وہاں میوات میں تم جماعت کے کام سے جڑے ہوئے ہو اور وہاں کام پر بھی جاتے ہو، تو صافہ وافہ باندھ کر اس حلیہ میں رہتے ہو کیا؟

ج: الحمدللہ، وہاں مجھے لوگ کام کا ذمہ دار ساتھی سمجھتے ہیں، اور میرے اللہ کا کرم ہے اپنے حضرت کی جوتیوں کی صدقہ میں میں نے صرف علاقہ کا ہی نہیں بلکہ میں پورے عالم میں دعوت کے کام کا اپنے کو ذمہ دار سمجھتا ہوں، الحمدللہ میں اپنی اصل

ذمہ داری اور کام دعوت سمجھتاہوں ،جماعت کاکام ہویاکسی غیر مسلم بھائی تک دعوت یاان کے مسائل کے لئے آدھی رات کومیرے پاس کوئی بھی آئے،تومیں اسے سب سے پہلے پورا کرنے کی کوشش کرتاہوں ،اور الحمدللہ میں جہاں رہتاہوں اسی اسلامی حلیہ اور سنت کے یونیفارم میں رہتاہوں ،یہ بھی ہے کہ لوگ اس طرح صافے وغیرہ میں دیکھ کر ہر جگہ مجھے عالم سمجھتے ہیں اور بار بارا جنبی لوگ مجھے مولانا کہتے ہیں ،میں مولانا نہیں ہوں ،میں دینی لحاظ سے ایک جاہل آدمی ہوں ،یہ کہتے ہوئے بہت شرم آنے لگی ہے،کب تلک لوگوں کو منع کرتارہوں گا،میں نے بہت دعاکی ہے اور ارادہ بھی کرلیاہے کہ بار بار یہ کہنے کے بجائے کہ میں عالم نہیں ہوں یہ بہتر ہے کہ میں پڑھ کر عالم بن جاؤں ،میں نے حضرت سے بار بار درخواست بھی کی کہ میں کام وغیرہ چھوڑکر کسی مدرسہ میں داخلہ لیکر ایک عالم دین بن جاؤں ،مجھے بہت شرم آتی ہے جب لوگ مجھے اس حلیہ میں دیکھ کر مولانا کہتے ہیں اور مجھے منع کرنا پڑتاہے،حضرت نے فرمایاکہ اب تم کاروبار کے ساتھ ہی پڑھ کر عالم دین بنو،الحمدللہ میں نے ابتدائی کتابیں پڑھنا شروع کر دی ہیں۔

کب تلک لوگوں کو منع کرتارہوں گا،میں نے بہت دعاکی ہے اور ارادہ بھی کرلیا ہے کہ بار بار یہ کہنے کے بجائے کہ میں عالم نہیں ہوں، یہ بہتر ہے کہ میں پڑھ کر عالم بن جاؤں!

س:آپ اپنا خاندانی تعارف اور قبول اسلام کاحال بتایئے ؟

ج:میرا پرانانام راکیش کمار تھا،میں بھرت پور ضلع کے ایک قصبہ میں ۱۹۷۹ء میں پیداہوا،میرے پتاجی اون کاکاروبار کرتے تھے،میرا ایک بڑابھائی اور ایک چھوٹابھائی اور دو بہنیں ہیں ،جوشادی شدہ دہلی میں ہیں ،میں جس علاقہ کارہنے والاہوں وہاں پر ایک بڑی تعداد ملکانہ راجپوتوں کی ایسی ہے جہاں پوری پوری بستیاں شدھی سنگھٹن کی تحریک سے ہندو بن گئی تھیں
۔

س:وہ لوگ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بننے کے وقت مرتد ہوئے یابعد میں ؟

ج:وہ لوگ ۱۹۲۹ء کے آس پاس ہندو ہوگئے تھے،اصل بات یہ ہے مولانااحمد صاحب ،اللہ تعالی ہمارے حضرت کی لمبی عمر کرے،مجھے توروزروز کے تجربہ سے حضرت کی یہ بات بالکل دل میں جمتی جارہی ہے کہ مسلمانون کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ ان کے مسائل کاحل خصوصاًان کو دین پر باقی رکھنے اور ان کو مرتد ہونے سے روکنے کے لئے یہ بات ہر گز ہر گز کافی نہیں کہ وہ مسلمان رہیں بلکہ یہ مسئلہ صرف اور صرف جب حل ہوسکتاہے جب مسلمانوں کواس بات کے لئے

باشعور کیا جائے کہ وہ داعی ہیں اور دوسروں کو دعوت دینا ان کی ذمہ داری ہے۔اس چھوٹی سی اسلامی زندگی میں میرا تجربہ ہے کہ اتنے آنے والے مہاجر مسلمانوں کو میں پہلے دن سے اس بات پر لگاتا ہوں کہ آپ کو دوسرے لوگوں پر کام کرنا ہے، جب تک آپ ساری انسانیت کی فکر نہیں کریں گے،اس وقت تک آپ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کہلانے کے حقدار نہیں ،اللہ کا شکر ہے میں نے اب تک ۳۹/ان لوگوں کو کلمہ پڑھوایا ہے جن کو میں نے شروع سے دعوت دی ہے اور ازخود ان کو اسلام کے بارے میں نہ دلچسپی تھی نہ معلومات تھیں ،یہ سب کے سب دعوت کا کام کررہے ہیں ،الحمدللہ ان کی تربیت کے لئے اور ان کو اسلام پر باقی رکھنے کے لئے مجھے کچھ زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑی ،اس لئے مسلمانوں کے لئے اور ان کی نئی نسلوں کے لئے ارتداد کے مسئلہ کا حل صرف یہ ہے کہ ان میں دعوتی شعور بیدار ہو، آج کل یہ گھر واپسی کا معاملہ جس نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو بے چین کرر کھاہے،اگر یہ مسلمان اپنے کو داعی سمجھتے تو لوگ کسی حال میں بھی ہمارے پاس دھرم پریورتن کی کوشش کے لئے آنے کی ہمت نہ کرتے۔

س:تو ہاں آپ اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں بتارہے تھے؟

ج:جی تو میں یہ بتارہا تھا کہ میں جس علاقہ میں پیدا ہوا، بڑا ہوا اور وہاں کے سینئر سیکنڈری اسکول سے انٹر کیا اور پھر بی اے کے جس کالج میں پڑھ رہا تھا،وہاں پر مجھ جیسے دھارمک پریوار کے ایک انسان کے لئے اسلام میں آنا بالکل ادبھت اور عجیب سی بات ہے، مگر مردوں کو زندہ کرنے والے رب کے لئے تو یہ کام بالکل آسان ہے،میرا ایک ہندو دوست راج کمار تھا جس سے میری دانت کاٹی دوستی تھی ،وہ کچھ عیبوں میں پھنسا ہوا تھا،گھر والوں سے اس کے ساتھ رہنے کے سلسلے میں اَن بن ہوتی رہتی تھی ،وہ اس دوستی سے چڑھتے تھے، مگر وہ سارے عیبوں کے باوجود مجھ سے سچی دوستی رکھتا تھا،ایک بار میرے پتاجی نے مجھے بی اے میں پڑھنے کے دوران اس کے ساتھ رہنے کے لئے بہت برا بھلا کہا اور گالیاں سنائیں مگر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ایک دن میں گھر آیا رات کو بارہ بجے تھے، پتاجی غصہ میں بھرے ہوئے،سوئے نہیں تھے اور میرا چانٹوں اور گھوسوں سے سواگت کیا اور صاف صاف کہہ دیا اس کے ساتھ رہتے ہوئے ہمارے گھر کے دروازہ میں گھسنے کی اجازت نہیں ،میری بھی جوانی تھی ،میں رات ہی کو گھر سے نکل گیا،بس اڈہ گیا،رات کو ہی سامنے علی گڑھ کی ایک بس کھڑی ہوئی تھی اس میں بیٹھ گیا، علی گڑھ کے راستے میں ایک گاؤں میں پہنچ کر بس خراب ہوگئی ، صبح تک اسی گاؤں میں وقت گزارا،سامنے ایک میواتی مسلمان کا گھر تھا،انہوں نے دیکھا کہ مسافر سردی میں سسک رہے ہیں تو گھر سے گرم گرم چائے، ابلے انڈے اور بسکٹ لے کر آئے اور ساری بس کے مسافروں کو پلائی ،مجھے گھر کے باہر اس طرح ان کی خاطر نے بہت متأثر کیا اور میں نے ان میں سے ایک صاحب سے بات کی اور بتایا کہ میں گھر چھوڑ کر آیا ہوں ،وہ دوسرے قصبہ املاس کے رہنے والے تھے،اس

گاؤں میں اپنی بہن سے ملنے آئے تھے،انہوں نے پہلے تو مجھے سمجھایا کہ ماں باپ کی ڈانٹ تو محبت کی ہوتی ہے،تم واپس چلے جاؤ،مگر جب میں نے اپنا زندگی بھر گھر نہ لوٹنے کا فیصلہ ان سے بتایا تو انھوں نے اپنے گھر چلنے کے لئے کہا اور بتایا کہ ہمارے یہاں جے سی بی چلتی ہیں ،ہم تمہیں وہ چلانا سکھادیں گے،اس کے ڈرائیور کو دس ہزار روپئے تک مل جاتے ہیں،میں نے سوچا کہ نہ جانے کہاں ٹھکانہ ملے،میں ان کے ساتھ املاس چلا گیا سچی بات یہ ہے کہ میرے رحمٰن رب کو مجھے ایمان دینا تھا، وہ کسی طرح مجھے اسلام کے قریب کرتے گئے،میں ان کے ساتھ ان کے گھر جا کر جے سی بی مشین چلانا سیکھنے لگا،ہم لوگ سوہنا کے علاقہ میں جے سی بی چلانا سیکھ رہے تھے،وہاں کھانا بھی خود بناتے تھے،ایک روز شہزاد بھائی جو مجھے ڈرائیورنگ سکھارہے تھے انہوں نے مجھے کھانا بنانے کو کہا،کچھ مہمان آرہے تھے،میں نے چار آدمیوں کے لئے کھیر ،سبزی اور روٹی بنائی ،چار پانچ مہمان اور آ گئے،میں نے شہزاد بھائی سے کہا کہ کھانا تو چار آدمیوں کا بنایا ہے یہ پانچ اور آ گئے،وہ بولے بسم اللہ پڑھ کر کھانا نکالنا،برکت ہو جائے گی ،میں نے کہا کہ بسم اللہ سے کیا جادو ہو جائے گا؟میں اور چاول جلدی بنالیتا ہوں ،انھوں نے کہا کہ تو بسم اللہ پڑھ ،مالک کے نام سے سب کھالیں گے،میں نے کھانا نکالا اور جب بھی کھانے میں چمچہ ڈالتا بسم اللہ کہتا رہا،دو مہمان کھانا کھاتے ہوئے اور آ گئے،شہزاد بھائی نے ان کو بھی کھانے پر بٹھالیا،اتنے لوگوں نے کھانا کھایا اور خوب کھایا اور روٹی ،سبزی اور کھیر بچ گئی ،میں بہت تعجب میں تھا،شہزاد بھائی نے کہا کہ بسم اللہ میں کیا جادو ہے،انھوں نے بتایا کہ بسم اللہ کا مطلب ہے،جب مالک کے نام سے کوئی کام کیا جاتا ہے تو اس میں برکت ہوتی ہے،میرے دل میں بسم اللہ کا اعتماد جم گیا اور اللہ کی ذات سے بھی مجھے ایک خاص تعلق سا لگنے لگا۔

ایک بات بچپن سے ہی میرے ساتھ بار بار ہوتی تھی ،میں سوتا تھا تو خواب میں دیکھتا تھا جگمگاتے ستارے ہیں ،روشنی ہے اور نورانی مکانات ہیں ،میرا دل کہتا تھا کہ تو تو اس دنیا کا آدمی ہے اور دوسرے سنسار میں رہتا ہے،یہ خواب میں مجھے بار بار دکھتے تھے۔

مولانا زلفی بٹلہ ہاؤس جامع مسجد کے امام اور ان کے ایک رشتہ دار ہمارے شہزاد بھائی کے گھر آئے،انھوں نے مجھے ہر کام کرتے وقت بسم اللہ کہتے سنا تو وہ مجھے سمجھانے لگے،وہ حضرت سے مرید تھے اور مجھے مسلمان ہونے کو کہا،میں نے صاف صاف منع کر دیا،انہوں نے جاتے وقت مجھے ہندی میں کلمہ لکھ کر دیا کہ تم اس کو پڑھتے رہنا،اور اپنے پرس میں حفاظت سے رکھنا،پھر کبھی جب مسلمان ہونے کو دل چاہے اس وقت اس کو پڑھ لینا،مجھے اچھا نہیں لگا،ان کے جاتے ہی میں نے اس پرچے کو پھینک دیا،اگلے روز صبح کو میں نے دیکھا کہ وہ پرچہ اسی جگہ پر پڑا ہوا ہے، میرے دل نے کہا،راکیش یہ اس اللہ کا نام ہے جس کے نام کی بسم اللہ کا چمتکار تو دیکھ چکا ہے،میں نے محبت سے اس پرچہ کو اٹھایا اور بہت ہی آستھا اور محبت سے اسے

کئی بار پڑھا، مولانا احمد میں اس اپنی حالت کو زبان سے بیان نہیں کرسکتا کہ اس محبت سے کلمہ پڑھنے سے میرے اندر کی حالت کیا ہوگئی ، جیسے کسی اندھیری کال کوٹھری کو روشنی سے جگمگ جگمگ کردیا ہو، میں محلّہ کے امام صاحب کے پاس گیا اور میں نے مسلمان ہونے کو کہا کہ اس کے لئے مجھے کیا کرنا پڑے گا؟ امام صاحب نے کہا کلمہ پڑھنا پڑے گا، میں نے کہا کلمہ پڑھ لیا ہے، انھوں نے میرا نام سراج الدین رکھ دیا، میں امام صاحب کے پاس زیادہ رہنے لگا، ہر نماز میں آدھے گھنٹے پہلے ان کے پاس چلا جاتا اور پانچوں وقت نماز پڑھتا، نماز مجھے آتی نہیں تھی مگر بڑی عقیدت سے، جیسے جیسے جماعت میں لوگ کرتے دیکھا دیکھی کرتا رہتا، یہ مجھے بہت اچھا لگتا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار لگا رہتا، شہزاد بھائی کے والد نے مجھے چار مہینے کے لئے جماعت میں بھیج دیا، ایک چلہ میرا ایٹہ ، جلیسر، دوسرا مراد نگر میں میرا وقت لگا، ایک چلہ بنگلور میں لگا، وہاں ایک ساتھی جماعت سے بھاگ گئے تھے، امیر صاحب بہت پریشان تھے، میں نے کہا آپ فکر نہ کریں میں اپنے اللہ سے دعا کرتا ہوں ، میں نے دو رکعت پڑھ کر اللہ سے دعا کی ، وہ ساتھی ٹرین میں بیٹھ گیا تھا، ٹرین چلی اور تھوڑی دور جاکر رک گئی ، دو ساتھی تلاش کرنے گئے تھے، وہ گاڑی میں چڑھے اور ان کو تلاش کرکے لے آئے، ایک مہینہ بعد وہ پھر میسور سے بھاگ گیا، امیر صاحب نے کہا سراج بھائی اب ہم اپنے لوگ نہیں بھیجیں گے، تم اپنے اللہ میاں سے تلاش کرواکر منگواؤ، میں نے دو رکعت پڑھ کر اللہ سے دعا کی ، میرے اللہ صبح فجر سے پہلے ہمارا ساتھی ہمارے پاس بھجوادو، میں نے امیر صاحب سے کہا کہ صبح فجر سے پہلے انشاءاللہ ہمارے اللہ اسے بھجوادیں گے، فجر سے آدھا گھنٹہ پہلے وہ ساتھی بنگلور پہنچ کر واپس آئے، معلوم کرنے پر اس نے بتایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں کیسے آیا، مجھے تو ایسا لگا کہ کوئی گرفتار کرکے مجھے میسور جماعت میں واپس چھوڑ گیا، اب میں چار مہینہ سے پہلے ہرگز ہرگز نہیں بھاگوں گا، یہ تو ۲۰۱۱ ء کے چار مہینوں کی بات ہے، ۲۰۱۳ ءمیں ، میں بہار کی میں جماعت میں تھا، ایک جوان ساتھی کو ٹایفائڈ ہوگیا اور اس میں اس کو ہارٹ اٹیک ہوگیا، بڑے ڈاکٹر کو دکھایا، ڈاکٹر نے جواب دے دیا کہ پٹنہ بڑے ہسپتال میں داخل کرکے دیکھ لو، جماعت کے ساتھی سب رو رہے تھے، میں نے سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھ کر دو رکعت نفل کے بعد دعا کی ، میرے اللہ آپ اس کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ضرور کریں گے، اس وقت یہ آپ کے نبی ﷺ کے دین کے کام کا نہیں ہوگا، اب اگر آپ اس کو زندہ کردیں گے تو یہ آپ کے دین کا کام کرے گا، بہت دل سے دعا کی ، پٹنہ لے جا رہے تھے، اس کو پیشاب کی ضرورت ہوئی ، اس کو پیشاب کرایا گیا اور وہ کھڑا ہوگیا، اس نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہیں ؟ امیر صاحب نے بتایا کہ پٹنہ اسپتال میں داخل کرنے، اس نے کہا، مجھے کہیں لے جانے کی ضرورت نہیں ، میں ٹھیک ہوں ِ چلو جماعت میں واپس چلو، الحمدللہ اب وہ بالکل ٹھیک ہوگیا، سچے یقین کے ساتھ اس کو یاد کیا جائے تو وہ ضرور سنتے ہیں اور اس طرح یقین بھی بنتا ہے، یہ میرا زندگی کا بار بار کا تجربہ ہے۔

س:جماعت میں چار مہینے لگاکر اپنے کیا کیا؟

ج:مولاناسراج صاحب کے ساتھ پھلت آیا،اورایک سال تک قرآن شریف ،اردودینیات وغیرہ پڑھا،الحمدللہ پھرمیری شادی ہوگئی ،اور میوات میں بھی ایک اسکول میں پڑھایا،بعدمیں بدرپوراوراسٹون کریشر والوں کے یہاں منیم گیری کرتارہا۔

س:اور کوئی خاص بات اپنی زندگی کی بتائیے؟

ج:مجھے بڑی حسرت تھی کہ اللہ کے پیارے نبی ﷺ کی خواب میں زیارت ہو،میں بہت دعاکرتا تھا،ایک رات کوخواب دیکھاکہ اسکول کے کھوئے ہوئے ایک بچے کو ہم تلاش کررہے ہیں ،تلاش کرتے کرتے ہم ایک مسجد میں پہنچے،وہاں ایک بہت خوبصورت نورانی شکل کے مہمان آئے،جماعت تیار تھی ،میں نے ان سے نماز پڑھانے کو کہا،انہوں نے نماز پڑھائی اور چلے گئے،میں نےلوگوں سے معلوم کیا،یہ میاں صاحب کون تھے؟سب نے کہاکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ تھے،میں نے لوگوں سے کہا،تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟میں توکتنے دنوں سے ان کی زیارت کوتڑپ رہاہوں ،لوگوں نے کہاکہ زیارت ہوتوگئی ،نماز بھی پڑھ لی ،میری آنکھ کھل گئی ،میں بہت خوش تھا۔

ایک بات یہ بھی دل میں بیٹھ گئی ہےجومیری چھوٹی سی اسلامی زندگی سے تجربہ میں آئی کہ دل چاہےنہ چاہے ،شریعت اورسنت کوپوری طرح مان کرہی آدمی اللہ سے جڑ سکتاہے،اسلام لانے کے بعدمیں جب دیکھتاہوں کہ بہت سے بھائی کچھ خاندانی مسلمانوں کی طرح ہیں ،جن کودیکھ کرپہچاننا بھی مشکل ہوتاہے کہ مسلمان میریاہندو،اس حال میں اللہ سے تعلق نہیں ہوسکتا،دل چاہےنہ چاہے ظاہروباطن ہرطرح سے اللہ کے نبی کی سنت پرعمل کرناچاہئے،میں نے دولفظ یادکئے ہیں اوراپنے ہربھائی کویاد کراتاہوں ۔

"میرے اللہ میں آپ سے راضی ہوں... آپ مجھ سے راضی ہوجایئے"

اسلام لانے کے بعدشک کی گنجائش نہیں ،چاہے حکم سمجھ میں آئے یانہ آئے، بس ماننا ہےاورپوری طرح ماننا ہے ،اسلام لانے کے بعدبہت سے لوگوں نے مجھ پرکوشش کی کہ میں اسلام سے پھرجاؤں ، مگرمیں نے ان کوبہت جم کردعوت دی ،میں نے کہااسلام کی حقانیت پرمیرایقین پکاہے،جومیرے اللہ نے مجھے خوددیاہے،ایک آرایس ایس کے پرچارک مجھے ہفتوں تک سمجھاتے رہے،مسلمان ایسے ہوتے ہیں ،پاکستان میں کیاہورہاہے۔میں نے ایک دن ان سے کہاکہ کسی کے پیٹ میں دردہورہاہواورآپ ساری دنیاکے ترک (دلائل)سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں بلکہ عقل کے مطابق ثابت کردیں کہ تیرے پیٹ میں دردنہیں ہورہاہے،توکیااس آدمی کوآپ کی بات پرذرابھی یقین آئے گاکہ آپ سچ کہتے ہیں ۔بس اسلام کی حقانیت اور مکتی اورموکش کاواحدراستہ ہونے پرمجھے اپنے پیٹ کے دردسے زیادہ یقین ہے،پھرمیں نے کہاآپ

اگر حق پسند ہیں اور سچائی پسند ہیں تو آپ کو میری بات پر یقین کرنا چاہئے کہ میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے، پھر میں ان سے ملتا رہا، ایک مہینہ میں اللہ کا شکر ہے انھوں نے خود کلمہ پڑھا اور اب خاندان میں کام کر رہے ہیں۔

س: آپ نے اپنے گھر والوں پر کام نہیں کیا؟

ج: اصل میں نے قسم کھائی تھی کہ گھر واپس نہیں جاؤں گا، اس لئے گھر جانے کی نہیں سوچتا تھا، مگر حضرت نے مجھے سمجھایا کہ جس طرح اچھی نذر اور قسم کو پورا کرنا ضروری ہے، اسی طرح کسی غلط بات کی قسم پر جمنا بھی برا ہے، والدین اور گھر والوں کا حق ہے اور وہ قسم آپ کی کفر کی حالت کی تھی ، پھر قسم کا کفارہ بھی ہے، مگر گھر والوں کو دوزخ سے بچانے کی فکر کرنا بھی ضروری ہے، ایک بار میں ایک حافظ صاحب کو اپنے گھر لے کر گیا، مگر وہ حافظ صاحب دعوتی ذہن نہیں رکھتے تھے، وہ ڈر کر گھر پہنچنے سے پہلے ہی مجھے واپس لے آئے، اب انشاءاللہ حضرت سے وعدہ کیا ہے، جلدی گھر والوں کی فکر کروں گا، اپنے اللہ سے دعا تو خوب کر رہا ہوں۔

س: کوئی پیغام ارمغان پڑھنے والوں کیلئے دینا چاہیں گے ؟

ج: ہمارے نبی کریم ﷺ نے کسی جاہلی عرب شاعر کی اس بات کی تعریف کی ہے کہ اس نے کیسی سچی بات کہی ، جس کا مفہوم یہ تھا:

"ہوشیار! اللہ کے علاوہ جن چیزوں کا ذکر اور اہمیت دی جاتی ہے وہ سب باطل ہیں ۔"

سچی بات یہ ہے کہ یہ ایمان ہی ہے یہی ساری کائنات اور ہر انسان کی سب سے بڑی ضرورت اور مسائل کا حل ہے، کہ جو کچھ ہوتا ہے اسی کی مرضی سے ہوتا ہے، اور اس کی مرضی اور منشا کے خلاف کسی سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا تو پھر ہوش مندی یہ ہے کہ صرف اسی سے جڑیں ، اور اس پر یقین رکھیں اس کو راضی کریں اور سب کو اس کی راہ پر لانے کی کوشش کریں۔

س: جزاکم اللہ فی امان اللہ السلام علیکم

ج: آپ کا بھی شکریہ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ ☆

☆☆☆

☆ بشکریہ ماہنامہ ارمغان، جنوری ۲۰۱۵، ص ۲۱-۲۵

آؤ پاکستانیو جشن منائیں

عرفان بلوچ

کفریہ ریاست کے جاں باز محافظوں نے سات گھنٹے کے طویل آپریشن کے بعد تھانے کا کنٹرول دوبارہ حاصل کر لیا۔

ڈززڈززڈزز۔۔۔۔ آہا۔۔ ہوائی فائرنگ۔۔۔ خوشی میں۔۔۔ ناچو۔۔۔ گاؤ۔۔۔ جشن مناؤ۔۔۔

واہ بھئی آج تو اخبار بھرا ہوا ہے تمہارے جاں بازوں کی دلیری اور مہارت کے قصوں سے۔۔۔ کہا جا رہا ہے کہ آپریشن کامیاب ۲۰ یرغمالی اہلکاروں کو چھڑوالیا گیا۔۔۔۔ دہشت گرد اتنے عقل سے پیدل تھے کہ موت سامنے دیکھ کر بھی یرغمال بنائے گئے۔۔۔ بیس اہلکاروں پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کرتے رہے۔۔۔۔ نہ نہ پاگل نہ تھے۔۔۔۔ وہ تو طاغوت کے سپاہیوں سے محبت کرتے ہیں۔۔۔ لڑنے تھوڑا ہی آئے تھے۔۔۔۔

اور سنو!!!۔۔۔۔ دہشت گرد اپنا منصوبہ بتا کر آئے تھے۔۔۔ڈی آئی جی کو۔۔۔ سرکار ہم فلاں فلاں ساتھیوں کو چھڑوانے کے لیے حملہ کر رہے ہیں۔۔۔۔ ہو سکتا ہے اخباریوں کے نزدیک گھاس چرے ہوئے ہوں۔۔۔۔ میں سوچتا ہی رہ گیا کہ کیا ان میں سے ایک نے زیادہ گھاس کھالی تھی آتے ساتھ ہی مین گیٹ بھی بند کر دیا۔۔۔ یا پھر وہ طارق بن زیاد رحمہ اللہ کا واقعہ نیا نیا پڑھ کر آیا ہو گا ۔۔۔۔ بہت جذباتی ہو رہا تھا بے چارہ۔۔۔۔ یا پھر۔۔۔۔ اسے پلان نہیں بتایا تھا امیر صاحب نے صرف ڈی آئی جی کو بتایا تھا۔۔۔

لو جی اور سنو۔۔۔۔ اور اڑاؤ مضحکہ دجالی نشریات کا۔۔۔۔ جب کارروائی شروع ہوئی تو تھانے کے اندر پہلے سے ” ۲۲ “اہلکار موجود تھے، پھر کہتے ہیں،” ۱۰ “اہلکار شہید ہو گئے، پھر کہتے ہیں ۴ زخمی حالت میں پائے گئے، پھر یہ ۲۰ یرغمالی اہلکار کہاں سے ٹپک پڑے ۔۔۔ دیکھنا یار بارش تو نہیں ہو رہی تھی آسمان سے اہلکاروں کی تھانے میں۔۔۔۔

آہاں!!!۔۔۔۔ یاد آیا۔۔۔ ایک اور لطیفہ بھی سنا۔۔۔ ایک درجن دہشت گرد اندر داخل ہوئے تھے کارروائی کے لیے (اخباری خبر) ۔۔۔ پانچ حملہ آور مارے گئے (اخباری خبر)۔۔۔۔ بقیہ سات کے بھاگنے کی خبر کسی نے جاری نہیں کی۔۔۔ کیوں جی اس میں سبکی کا ڈر ہے۔۔۔ لگا دو یار۔۔۔ ذلالت اور ڈھٹائی میں فرق ہوتا ہے۔۔۔

ویسے یہ سپاہیوں میں اتنی عسکری مہارت کس نے اتنی کوٹ کوٹ کر بھری ہے ؟؟؟؟

دجالی میڈیا سے جھانکتی حقیقتیں ایک مجاہد کی نظر سے

ہمارا محتاط اندازہ ہے کہ مجاہدین کی تعداد تین سے پانچ کے درمیان تھی۔

حملہ آور مجاہدین کی تعداد بڑھا کر پیش کرنے کا جدید فلسفہ عسکریات میں اس وقت کام آتا ہے جب ناپاک سیکیورٹی اداروں کی نام نہاد مہارت کا سکہ ذلت اور رسوائی کے بدنما دھبوں سے اپنی حیثیت کھونے لگتا ہے۔۔۔ کبھی کہا جاتا ہے سینکڑوں جنگجوؤں کا فوج کی بے سروساماں چوکیوں پر حملہ۔۔۔۔ مزید ہنسی اس وقت آتی ہے جب وہ حملہ ناکام ہوتا ہے۔۔۔

ہلاک ہونے والے اہلکاروں کی تعداد دس سے اٹھارہ کے درمیان ہے۔ جن میں ایس ایچ او اور تفتیشی افسر نمایاں ہیں۔

اللہ اکبر۔۔۔

مجاہدین کی کامیابی یہ ہے کہ ہاتھ ایک بھی نہیں لگا۔۔۔ تین ہوں یا پانچ سب نے شہادت کو گلے لگالیا

سچ ہے۔۔۔

واللہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون

اللہ پاک ساتھیوں کی شہادت اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمالیں۔۔۔ آمین!

یہ تحریر طنز و مزاح میں لکھنے کی کوشش کی ہے۔۔۔ کوئی ساتھی آزردہ خاطر نہ ہو

غزوۂ ہند میں شریک آپ کا شرارتی مجاہد بھائی

عرفان بلوچ

رفض و شیعت کا موجد ابن سبا ایک یہودی

سرونٹ آف صحابہ

شیعہ مذہب شروع سے لیکر حاضر تک اسلام اور مسلمانوں کے لئے مشکلات پیدا کرتا آرہا ہے کبھی شیعان علی کے نام پر کبھی قصاص حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر ، کبھی منگول حکمرانوں سے ملکر تو کبھی صلیبیوں سے مل کر۔اس تحریر کا مقصد شیعہ مذہب کے موجد انکے محسن اعظم ابن سبا کے بارے میں آپ تک معلومات پہنچانا ہے اور یہ تحریر اسلامک فورم پر پیارے بھائی ابن حسین کی تحریر کا ترجمہ ہے جو انہون نے گفٹ ٹو شیعہ بلاگ پر اپلوڈ کی تھی اس میں کچھ ہماری محنت بھی شامل حال رہے گی۔اگر کسی بھی قسم کی خلاف توقع بات ملے تو براء کرم اصل آرٹیکل کی طرف رجوع کریں ہوسکتا ہے ترجمہ میں غلطی ہوئی ہو۔

اصل آرٹیکل یہاں ہے:

http://gift2shias.com/2013/04/23/ibn-saba-the-jew-the-spiritual-father-of-the-rafidha-an-unquestionable-truth

شیعوں کے ویسے تو بہت ہی فرقے ہیں لیکن تاریخ میں ان کی تقسیم صرف تین ۳ گروہوں میں کی گئی ہے جو کہ ان کے عقائد کی بنیاد پر ہے۔جس میں تفضیلی شیعہ ، امامیہ شیعہ اور غالی رافضی (جو کہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں الوہیت کا دعوی رکھتے ہیں شامی دکٹیٹر بشار الاسد اسی گروپ سے تعلق رکھتا ہے)

عبداللہ بن سبا کے بارے مین شیعہ و سنی تواریخ میں بہت کچھ پایا جاتا ہے جو کہ ایک تواتر کی حد سے بھی زیادہ ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ شخص واقعی میں حقیقت ہے نہ افسانہ جیسے آج کل کے شیعہ اس افسانہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں پر اس سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس شخص کو ہی آخر شیعہ عقائد کا موجد کیوں کہا جاتا ہے۔

ملا مجلسی بحار الانوار میں لکھتا ہے:

علامہ مجلسی لکھتے ہیں

وذكر بعض أهل العلم أن عبد الله بن سبا كان يهوديا فأسلم ووالى عليا عليه السلام وكان يقول وهو على يهوديته في يوشع بن نون وصي موسى بالغلو فقال في إسلامه بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وآله في علي

عليه السلام مثل ذلك. وكان أول من أشهر بالقول بفرض إمامة على عليه السلام وأظهر البراءة من أعدائه وكاشف مخالفيه وأكفرهم

بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ ابن سبا یہودی تھا اسلام لے آیا اور پھر حضرت علی کی ولایت کا قائل ہوا۔ اس پہلے جب یہ یہودی تھا تو حضرت یوشع کے بارے میں غلو کرتا تھا کہ وہ موسی کے وصی ہیں۔اسلام لانے کے بعد اس قسم کی بات حضرت علی کے بارے میں کی۔یہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی کی امامت کا قائل ہونا فرض ہے اور ان کی دشمنوں پر اعلانیہ تبرا کیا۔اور مخالفوں کو کافر کہا (بحارالنوار صفحہ ۲۸۷ جلد ۲۵)۔

عبداللہ بن سبا سے پہلے کے لوگ تقیہ سے کام لیتے تھے اور ان امور کو (وصایت ، امامت ، افضلیت علی رضی اللہ عنہ) کو اعلانیہ نہیں کہتے تھے لیکن اس نے تقیہ چھوڑ دیا اور ان باتوں کو اعلانیہ ذکر کرنا شروع کر دیا۔مخالفین امامت کو کافر کہنا بھی پہلے اس نے شروع کیا۔(بحار النوار ص ۲۸۷ جلد ۲۵ حاشیہ)۔

حضرت صادقؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

رجال الكشي: محمد بن قولويه عن سعد عن ابن يزيد و محمد بن عيسى عن علي بن مهزيار عن فضالة بن أيوب الأزدي عن أبان بن عثمان قال: سمعت أبا عبد الله عليه السلام يقول: لعن الله عبد الله بن سبا إنه ادعى الربوبية في أمير المؤمنين۔

عبداللہ بن سبا پر اللہ کی لعنت ہو اس نے امیر المومنین کے بارے میں ربوبیت کا دعوی کیا۔(بحارالانوار جلد ۲۵ ص ۲۸۷)

ان روایات سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ شیعوں کے تینوں ہی فرقوں کی بنیاد اسی ایک شخص کے عقائد پر ہے۔ تفضلیوں نے اس کی افضلیت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ اپنایا ، امامی شیعوں نے افضلیت علی رضی اللہ عنہ، امامت، تبرہ بازی کے عقائد کو مل کر اپنایا ،پھر غالیوں نے اس کے الہویت علی کے عقیدہ کو اپنایا چناچہ مجموعی طرح سب شیعہ عقائد کا موجد یہی ہے۔

عبداللہ بن سبا ایک یہودی جو کہ شیعوں روحانی باپ ہے

یہ مضمون تین حصوں میں تقسیم شدہ ہے جو کہ یہ ہیں:

۱۔ایک نئی بات ابن سبا کے ہونے کا مکمل انکار جو کہ آج کل کے شیعہ علماء زور و شور سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں

۲۔ابن سبا یہودی شیعہ کتب میں ایسی حقیقت جس کا بہت سے شیعوں کو علم نہیں

۳۔ شیعوں کا اعتراض کہ ابن سبا تو ہے لیکن مذہب امامیہ کا موجد، یہ نہیں ہے

تمام شیعہ و سنی اہل حق عبداللہ بن سبا کے ہونے پر متفق ہیں (البتہ شیعہ اس بات کا انکار کرنے کی کوشش کرتے آرہے ہیں کہ رافضی مذہب کی بنیاد ایک یہودی کے عقائد پر ہے) یہاں تک کہ مستشرقین جن میں برنارڈ لیوس ، جولیس ویلحاسن ، فرائیڈلینڈر ، اور کیٹانی لیون شامل ہیں جنھوں نے ابن سبا کے ہونے پر اعتراضات کرنے شروع کر دئے جن کی بنیاد طحہ حسین ، کامل حسین ، عدنان ابراہیم جیسے جاہلوں کے کام پر ہیں چناچہ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ شیعوں نے اپنے اباء اجداد سے اختلاف کرتے ہوئے اس کو اپنا لیا کہ ابن سبا ایک افسانہ ہے جس کی بنیاد بنی امیہ کے حکمرانوں کی کارستانی ہے جس کا مقصد شیعت کو نقصان پھنچانا تھا اس کی تائید کرنے والوں میں مرتضی عسکری اور کشف الغیتا وغیرہ شامل ہیں حالانکہ ۱۳۰۰ ہجری ۱۹۰۰ ع سے پہلے اس پر کوئی جھگڑہ نہیں تھا کہ ابن سبا نہیں ہے۔اس کے بعد کے شیعوں نے جب مستشرقین کو دیکھا کہ وہ ابن سبا پر اعتراض کر رہے ہیں تو انہوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ ابن سبا ایک افسانہ ہے یہ ایک ہی حل تھا (جو انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں سے لیا اور ثابت کیا کہ وہ یہودیون کے مرید ہین) جو کہ ان کے جھوٹے مذہب کو تنقید سے بچا سکتا تھا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ آج کل کے رافضی یہ بات مکمل رد کرتے ہیں کہ عبدا للہ بن سبا یمنی یہودی کے نام سے کوئی آدمی ہے وہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ افسانہ بنی امیہ کا گھڑا ہوا ہے جس کا مطلب شیعت کو نقصان پہنچانا اور صحابہ کے جرائم کی پردہ پوشی کرنا تھا انہوں نے اس پر کتب بھی لکھیں ہیں ان سب میں مشہور مرتضی عسکری کی کتاب ہے جس کا نام ہے عبداللہ بن سبا ہے اس کی کتاب کے بہت زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے اور اس کا مکمل رد کیا گیا ہے اب ہم اپنے ٹاپک کے پہلے حصہ کی طرف چلتے ہیں۔

حصہ اول

ایک نئی بات ابن سبا کے ہونے کا مکمل انکار جو کہ آج کل کے شیعہ علماء زور و شور سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔
شیعوں کا اعتراض : ابن سبا ایک افسانہ ہے جو کہ بنی امیہ کا گھڑا ہوا ہے جس راوی صرف ایک ہے سیف بن عمر التمیمی جو کہ خود اہلسنت کے ہاں بھی جھوٹاہے۔

جواب:

ہم اللہ تعالی کی مدد سے یہ بات ثابت کریں گے کہ سنی روایات میں صرف سیف بن عمر سے اس کے بارے میں روایات نہیں دوسری سندو ں سے بھی ہیں۔حقیقت میں یہ ایک افسانہ ہے جو کہ آج کل کے شیعوں نے گھڑا ہے مثال کے طور پر انٹرنیٹ پر شیعوں کی مشہور ویب اسلام ڈاٹ او آر جی میں لکھا ہے۔

"عبداللہ بن سبا کی کہانی ایک شیطان کے پیروکار سیف بن عمر تمیمی کی گھڑی ہوئی ہے ابن سبا وقت نہ تو تھا اور نہ ہی سیف بن عمر کے وہم و گمان میں تھا۔"

جہاں تک کچھ روایات میں اس کے ہونے کی بات ہے تو اس میں بلکل ہی مختلف کہانی بتائی گئی ہے جو کہ سیف بن عمر کے ہر الزام سے مختلف ہے جس میں ایک ایسی آدمی کی تصویر دکھائی دیتی ہے جس سے اہل بیت نے برات کا اظہار کیا اور اس سے بھی جو وہ امام علی کے نام پر کرتا تھا ہمارے امام ، ہمارے علماء اور شیعہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں اگر وہ ہے تو وہ بدمذہب تھا اس کے او ر ہمارے بیچ میں کوئی بات ایک جسی نہیں ہے سواء اس کے کہ ہم اس کو لعنت کرتے ہیں اور ہر اس کو بھی جو اہل بیت کو دیوتا مانتا ہے۔"

اب ہم ان شیعوں کے مختلف دعوی کو دیکھتے ہیں جس کے بنیاد پر وہ ابن سبا کے ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

اول: ایسی روایات جو کہ سیف بن عمر کے علاوہ مروی ہیں ان میں ابن سبا کی مختلف تصویر ہے جو کہ سیف بن عمر سے مختلف ہے اور اس میں اور شیعون میں کو ئی چیز یکساں نہین

دوم : سیف بن عمر نے ہی اس کو ایجاد کیا جس کو سنی محدیثین نے بھی ضعیف کہاہے

اول : ایسی روایات جو کہ سیف بن عمر کے علاوہ مروی ہیں

پہلی روایت:

جاء فی (طوق الحمامة) لیحیی بن حمزة الزبیدی عن سوید بن غفلة الجعفی الکوفی المتوفی عام (۸۰ھ/۶۹۹م) أنه دخل علی علی-رضی الله عنه- فی إمارته. فقال: إنی مررت بنفر یذکرون أبا بکر و عمر بسوء، ویروون أنك تضمر لهما مثل ذلك، منهم عبد الله بن سبأ، فقال علی: مالی ولهذا الخبیث الأسود. ثم قال: معاذ الله أن

أضمر لهما إلا الحسن الجميل، ثم أرسل إلى ابن سبأ فسيره إلى المدائن، ونهض إلى المنبر، حتى اجتمع الناس أثنى عليهما خيرا، ثم قال: إذا بلغني عن أحد أنه يفضلني عليهما جلدته حد المفتري۔
الهي ظهير، إحسان، السنة والشيعة، نشر إدارة ترجمة السنة-الهور.

ترجمہ: یحی بن حمزہ زبیدی سوید بن غفلہ ال جعفی سے روایت کرتا ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوا اورا نہین کہا کہ میں کچھ لوگوں کے پاس سے گذرا جس میں عبداللہ بن سبا بھی تھا وہ ابی بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منفی باتیں کر رہے تھے اور کہ رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دل میں ان کے خلاف احساس پایا جاتا ہے تو آپ نے کہا کہ یہ خبیث کالا آدمی مجھ سے کیا چاہتا ہے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ان کے خلاف دل میں بات رکھنے سے اور دونوں کے لئے ادب رکھتا ہوں اور آپ نے اس کو مدین کی طرف جلا وطن کر دیا اور منبر پر تشریف لائے یہاں تک کہ لوگ جمع ہوگئے آپ نے ابی بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور کہا کہ اگر یہ بات مجھے پہنچی کہ مجھے ان دونوں پر فضلیت دی جاتی ہے تو میں اس کو کوڑے لگاؤں گا جیسے وہ جھوٹوں کو لگاتے تھے۔

حقیقت میں یہ روایت مختلف سندوں سے بیان کی گئی ہے جو کہ صحیح ہیں جیسے:
ابو اسحاق الفرازی سیرہ میں یہ روایت نقل کرتے ہیں شعبہ سے وہ سلمہ بن کھیل سے وہ ابو الزراہ سے وہ زید بن ھباب سے۔خطیب نے اس روایت کی تخریج الکفایہ ص ۳۷۶ پر کی ہے اور کہا ہے کہ ابو عبداللہ البوشانجی نے اسے صحیح کہا ہے ، ابو نصر محمد بن عبداللہ الامام نے اپنی شرح میں کہا ہے یہ روایت دوسری سندوں سے بھی ثبت ہے اور اس کا اخری حصہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ امت کے میں سب سے بہترین ہیں جو کہ خود علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے یہ متواتر ہے۔

اور اہل بیت کی مشہور افراد سے بھی ایسا ہی روایت کیا گیا ہے علی رضی اللہ عنہ سے۔زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب جو کہ علویوں کے رہنما تھے ہشام کے دور میں ، کوفیوں نے ان سے ان کے دادا حسین کی طرح دھوکا کیا جب انہوں نے ابو بکر و عمر رضوان اللہ کے خلاف شھادت دینے سے انکار کر دیا اس کے بعد وہ بنی امیہ کے لشکر کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

طلبة الرافضة من زيد ابن علي التبرؤ من أبو بكر و عمر فقال: إنهما وزيرا جدي, فقالوا له: إذا نرفضك, فقال لهم: إذهبوا فأنتم الرافضة

رافضیوں نے زید بن علی جب وہ خروج کئے ہوئے تھے سے کہا کہ ان کو ابو بکر و عمر رضوان اللہ سے جو محبت ہے وہ ترک کرنی پڑی گی تو انہون نے کہا وہ میری نانا جان کے ساتھی تھے تو ان شیعوں نے کہا پھر ہم آپ کا انکار کرتے ہیں انہوں کہا جاؤ تم سب آزاد اے رافضیو۔

(طعان رافضۃ فی اصحابۃ الرسول ص ۱۷ ابو نصر محمد بن عبداللہ الامام اور انہون نے اسے صحیح کہا ہے)

یہی روایت شیعہ کتاب میں بھی ملتی ہے

زید بن علی بن حسین جو کہ شیعوں میں معزز سمجھے جاتے تھے ان سے ابو بکر و عمر رضوان اللہ کے بارے مین پوچھا گیا تو انہون نے کہا میں ہمیشہ ان کو اچھے الفاظ سے یاد کرتا ہوں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے کسی کو بھی ان کی برائی کرتے نہین سنا نہ تو انہون نے ہمارا حق چھینا اور نہ ہی کسی شہری پر ظلم کیا وہ دنوں (ابوبکر و عمر رضوان اللہ) قرآن و سنت کے سختی سے پیروکار تھے یہ سن کر ان لوگون (شیعوں) نے کہا آپ پھر ہمارے ساتھی نہیں ہوسکتے تو آپ نے کہا کہ تم لوگوں نے اس دن سے ہمیں چھوڑ دیا ہے اور آج کے بعد تم رافضی کہلاؤ گے۔

(ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۵۹۰ یہ بک شیعوں کے ہاں مشہور ہے اور مستند مانی جاتی ہے جیسے کہ اعیان الشیعہ جلد ۲ ص ۱۳۲ پر اس کی توثیق ہے)

جعفر بن محمد الصادق اپنے والد سے وہ عبداللہ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ ابی بکر اصدیق اللہ کی ان پر رحمت ہو ہمارے خلیفہ بنے اور وہ اللہ کے بہترین خلیفہ تھے وہ ہم پر بہت مھربان اور ہمارہ خیال رکھنے والے تھے

(فضائل اصحابہ الدارقطنی ، الاصابہ ابن حجر ، المستدرک الحاکم)

الحاکم اور ذہبی اور ان کے ساتھ بن حجر اتفاق کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے

ابو عبداللہ جعفر بن محمد الصادق فرماتے ہیں کہ اللہ ان سے خود کو الگ کر لیتا ہے جو خود کو ابی بکر و عمر سے الگ کرتے ہیں

قال الذهبی: قلت: هذا القول متواتر عن جعفر الصادق، أشهد بالله إنه لبار فی قوله غیر منافق لأحد، فقبح الله الرافضة

امام ذہبی کہتے ہیں کہ یہ قول امام جعفر سے متواتر ہے اور میں اللہ تعالی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ اس میں سچے ہین تقیہ نہیں کر رہے خدا رافضیوں کی بد شکلی اور بڑہائی۔(سیار الاعلام النبلا جلد ٦ ص ٢٦٠)

دوسری روایت:

أخرج ابن عساكر عن زيد بن وهب الجهني الكوفي المتوفى عام (۹۰ھ/۷۰۹م) قال: (قال علي بن أبي طالب: مالي ولهذا الخبيث الأسود-يعني عبد الله بن سبأ-و كان يقع في أبي بكر و عمر

ابن عساکر، مختصر تاریخ دمشق، مرجع سابق، م ۱۲، ص ۲۲۲

زید بن وہب کہتے ہیں کہ علی ابن ابیطالب نے کہا کہ مجھے اس کالے خبیث کے ساتھ کیا کرنا چاہئے ان کا مطلب عبداللہ بن سبا تھا جو کہ ابی بکر و عمر کی برائی کرتا تھا۔

یہ روایت تاریخ ابن ابی خثیمہ میں بھی پائی جاتی ہے صحیح سند کے ساتھ

تیسری روایت:

أخبرنا أبو محمد بن طاوس وأبو يعلى حمزة بن الحسن بن المفرج، قالا: أنا أبو القاسم بن أبي العلاء، نا أبو محمد بن أبي نصر، أنا خيثمة بن سليمان، نا أحمد بن زهير بن حرب، نا عمر بن مرزوق أنا شعبة، عن سلمة بن كهيل عن زيد قال: قال علي بن أبي طالب: مالي ولهذا الحميت الأسود؟ يعني عبد الله ابن سبأ وكان يقع في أبي بكر وعمر.

زید کہتے ہیں کہ علی ابن ابیطالب نے کہا کہ مجھے اس کالے خبیث کے ساتھ کیا کرنا چاہئے ان کا مطلب عبداللہ بن سبا تھا جو کہ ابی بکر و عمر کی برائی کرتا تھا۔

اس حدیث کی سند اچھی ہے جو کہ ثقہ راویون سے آئی ہے۔

چوتھی روایت:

أخبرنا أبو المظفر بن القشيري، أنا أبو سعد الجنزروذي، أنا أبو عمر ابن حمدان، وأخبرنا أبو سهل محمد بن إبراهيم بن سعدويه، أنا أبو يعلى الموصلي، نا أبو كريب محمد بن العلاء الهمداني، نا محمد أبن الحسن الأسدي، نا هارون بن صالح الهمداني، عن الحارث أبن عبد الرحمن عن أبي الجلاس، قال: سمعت عليا يقول لعبد الله السبئي: ويلك والله ما أفضى إلي بشيء كتمه أحداً من الناس، ولقد سمعته يقول: أن بين يدي الساعة ثلاثين كذابا وإنك لاحدهم. قالا: وانا أبو يعلى، نا أبو بكر بن أبي شيبة، نا محمد أبن الحسن، زاد أبن المقرئ الأسدي بإسناده مثله.

علی رضی اللہ عنہ نے ابن سبا سے کہا کہ تم پر افسوس ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسا کچھ نہیں بتایا جو کہ انہون نے دوسروں سے مخفے رکھا ہو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آج سے قیامت تک ۳۰ جھوٹی ہونگے اور ان مین سے ایک تو ہے۔

اس روایت کے کچھ راویوں پر تنقید ہائی جاتی ہے پر یہ روایت اور بھی بہت سندوں سے آئی ہے جو کہ مضبوط ہیں۔

پانچویں روایت:

أخبرنا أبو بكر أحمد بن المظفر بن الحسين بن سوسن التمار في كتابة، وأخبرني أبو طاهر محمد بن محمد بن عبد الله السبخي بمرو، عنه، أنا أبو علي بن شاذان، نا أبو بكر محمد بن عبد الله بن يونس أبو الأحوص عن مغيرة عن سماك قال: بلغ عليا أن ابن السوداء ينتقص أبا بكر وعمر، فدعا به ودعا بالسيف أو قال فهم بقتله فكلم فيه فقال: لا يساكني ببلد أنا فيه، قال: فسير إلى المدائن.

ابن سماک کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی کہ ابن اسود (ابن سبا کا نک نیم اسود معنی کالا کی ہیں وہ رنگ کا کالا تھا) ابو بکر و عمر کے خلاف باتیں کرتا ہے تو انہون نے اس کو بلایا اور پھر تلوار بھی منگوائی پھر لوگون نے ان سی بات کی اس کے قتل کے بارے میں تو انہون نے یہ اور میں ایک جگہ پر نہیں رہ سکتے پھر اس کو مدین جلاوطن کر دیا۔

اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں لیکن ابن سماک نے یہ روایت سیدہی علی رضی اللہ عنہ سے نہیں سنی۔

چھٹی روایت:

أنبأنا أبو بكر محمد بن طرخان بن بلتكين بن يحكم، أنا أبو الفضائل محمد أبن أحمد بن عبد الباقي بن طوق، قال: قرئ على أبي القاسم عبيد الله ابن علي أبن عبيد الله الرقي، نا أبو أحمد عبيد الله بن محمد أبن أبي مسلم، أنا أبو عمر محمد بن عبد الواحد، أخبرني الغطافي، عن رجاله، عن الصادق عن آبائه الطاهرين عن جابر قال: لما بويع علي خطب الناس فقام إليه عبد الله بن سبأ فقال له: أنت دابة الأرض، قال فقال له: اتق الله، فقال له: أنت الملك، فقال له: اتق الله، فقال له: أنت خلقت الخلق، وبسطت الرزق، فأمر بقتله، فاجتمعت الرافضة فقالت: دعه وانفه إلى ساباط المدائن فإنك إن قتلته بالمدينة خرجت أصحابه علينا

وشيعته، فنفاه إلى ساباط المدائن فثم القرامطة والرافضة، قال: ثم قامت إليه طائفة وهم السبئية وكانوا أحد عشر رجلا فقال أرجعوا فإني علي بن أبي طالب أبي مشهور وأمي مشهورة، وانا أبن عم محمد صلى الله عليه وسلم فقالوا لا نرجع، دع داعيك فأحرقهم بالنار، وقبورهم في صحراء أحد عشر مشهورة فقال من بقي ممن لم يكشف رأسه منهم علينا: أنه إله، واحتجوا بقول ابن عباس: "لا يعذب بالنار إلا خالقها" . قال ثعلب: وقد عذب بالنار قبل علي أبو بكر الصديق شيخ الإسلام رضي الله عنه وذاك أنه رفع إليه رجل يقال له: الفجأة وقالوا إنه شتم النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاته، فأخرجه إلى الصحراء فأحرقه بالنار. قال فقال ابن عباس: قد عذب أبو بكر بالنار فاعبدوه أيضا.

علی رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے واسطے کہڑے ہوئے بیعت کے بعد عبداللہ بن سبا ان کے پاس آیا اور کہا کہ آپ دابہ الارض ہین آپ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ سے ڈرو پھر ابن سبا نے کہا کہ تم مالک ہو آپ نے کہا اللہ سے ڈرو اس کے بعد ابن سبا نے کہا کہ آپ نے ہی مخلوق خلقی ہے اور اس کا رزق دیا ہے آپ رضی اللہ عنہ حکم دیا کہ اس کو قتل کیا جائے تو رافضیو ں نے کہا کہ بہتر ہے آپ اسے مدین کی طرف جلاوطن کردیں نہین تو اس کے لوگ ہمارے خلاف بغاوت کریں گے۔

سنیون کی کتب میں چھ روایات ہیں کو کہ ایسی ہیں جو کہ سیف بن عمر کے علاوہ ہین شیخ سلیمان بن الحماد نے ان روایات کی تخریج کی ہے اپنی کتاب عبد الله بن سبأ و أثره في أحداث الفتنة في صدر الإسلام انہوں نے کل ۸ روایات نقل کین ہیں جو کہ سیف بن عمر کی روایات کو مضبوط کرتی ہین اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سبائیوں کے عقائد اہل بیت سے منسوب کئے گئے ہیں۔

خلاصہ

ہم یہان اب آپ کو سمری پیش کرتے ہیں۔

سبائیت: علی رضی اللہ عنہ ابی بکر و عمر کے خلاف دلی دشمنی رکھتے تھے اس نے (ابن سبا) نے یہ عقائد علی کے بارے میں گھڑے اور کہا کہ وہ یہ اہل بیت کی محبت میں کر رہا ہے اور ان کے دشمنون کے خلاف نفرت کرنے کے لئے

شیعت و رافضیت: رافضیوں کے اکثر فروقے خاص طور پر امامیہ اثنا عشری وہی سبائیوں والا عقیدہ رکھتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کے دل میں ابو بکر و عمر اور دوسرے صحابہ سے دشمنی تھی علی ان سے نفرت کرتے تھے اور وہ اہل بیت کے دشمن ہیں اور ان سے نفرت کرنا محبت کی نشانی ہے کیون کہ علی نے ان سے نفرت کی تھی

حقیقت (اسلام) : علی رضی اللہ عنہ نہ صرف ایسے عقائد سے برے تھے بلکہ آپ ایسے عقائد اللہ تعالی سے پناہ مانگتے تھے آپ ابن سبا کو قتل کرنے والے تھے اس کے ان عقائد کی وجہ سے جو وپ محبت اہل بیت کے نام پر کرتا تھا انہون ابن سبا کا منھن بند کیا اور ہر اس شخص کو کوڑوں وارننگ دی جو ان کو ابو بکر و عمر سے افضل جانے۔

آپ نے دیکہ لیا کہ اس میں کوئی سچ نہیں کہ ابن سبا اور شیعہ کے عقائد مختلف ہیں رافضی ہر دور میں ابن سبا کے ان عقائد کو اپناتے رہے ہیں اور اس کی تشریع کرتے رہے ہین سو ابن سبا اور رافضیون ایک مضبوط رشتہ ہے ایک سنی عالم نے بجا فرمایا تھا

" رفض کی بنیاد یہود کے عقائد پر ہے "

ہمیں اپنے الفاظ ٹھیک ٹھیک ادا کرنے کی ضرورت ہے جب ہم کہتے ہیں کہ شیعت کا نعرہ ایک یہودی کا کا ایجاد کندہ ہے پر اصل میں ایسا نہیں شیعت ہر کسی ایک کی دعویداری نہین ہے اصل میں لفظ شیعت تاریخ اسلام میں مختلف معنی کے ساتھ استعمال ہوتا رہا ہے

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ غالی شیعہ سلاف (مسلمانوں کی پہلے تین نسلیں) کے دور میں انہیں کہا جاتا تھا جو کہ سیدنا عثمان ، سیدنا زبیر ، سیدنا طلحہ ، سیدنا معاویہ کے خلاف زبان درازی کرتے تھے اور ان کے خلاف بھی جو کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑے تھے یا ان پر حملہ کیا تھا (المیزان ۱/۱۱۸)

حافظ ابن حجر اپنے کتاب الھدی الساری کے مقدمے میں فرماتے ہیں

والتشيع محبة علي وتقديمه على الصحابة فمن قدمه على أبي بكر وعمر فهو غال في تشيعه

شیعت میں علی رضی اللہ عنہ محبت اور ان کی صحابہ پر افضلیت ہے پر جو ان کو ابی بکر و عمر رضون اللہ سے افضل جانے وہ غالی شیعت ہے

مزید ہمارا یہ آرٹیکل پڑھیں

http://gift2shias.com/2012/01/03/shias-of-the-past-differed-from-modern-shias/

اس سے بہت سے شکوک دور ہوتے ہیں جیسے شیعہ کہتے ہیں سنیوں کی کتب میں شیعوں کی روایات پائی جاتی ہیں تو جو شیعہ اس دور میں تھے وہ آج کے اثنا عشری شیعوں جیسے نہین تھے اور نہ ہی وہ شیعت میں انتہا پسند تھے اس وقت کے شیعہ علی رضی اللہ عنہ کو ابو بکر و عمر رضوان اللہ سے افضل مانتے تھے حالانکہ یہ خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان دونوں کو خود سے افضل کہتے تھے۔شیعت ارتقا سے گذرتی ربي ہے اور آج کل جا کہ یہ اپنی اونچائی پر جا کھڑی ہے (جہاں سے سواء جہالت اور کچھ حاصل نہین ہونے والا) جس کو آج کل شیعہ مشہور کرتے رہتے ہین کہ ابو بکر و عمر رضوان اللہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دشان تھے اور صحابہ بھی ان کے دشمن تھے وہ بھی ان کے دشمن ہیں جو ان کو شیعوں کے عقیدہ کے مطابق نہیں مانتے۔شیعت آج کل وہی مشہور کر رہی ہے جو کہ ابن سبا نے کبھی دعوی کیا تھا اور جس کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سختی سے رد کیا تھا اس لئے ابن سبا کو رافضیت کا روحانی باپ ہی کہا جائے۔

ہمارے الفاظ میں وہ نرمی یا مدافعانہ انداز شاید نہ ہو جس سے اہل سنت کے دشمن ہو سکتا ہے کہ فائدہ لیں لیکن ایک سمجھ رکھنے والا انسان یہ سمجھ سکتا ہے کہ میری اوپر والی بات یا اس آرٹیکل کا پیغام کہ شیعت کی بنیاد ابو بکر و عمر رضوان اللہ کی تکفیر اہل بیت کا عقیدہ نہیں ہے یہ ایک یہودی عقیدہ ہے جو کہ اہل بیت کے نام پر گھڑا گیا ہے جس کا گھڑنے والا ایک یمنی یہودی ہے۔

اب جبکہ شیعون کی داستان کا پول کہل گیا ہے تو کہتے ہین ایک شخصیت ابن سبا جو کہ امویوں اور سیف بن عمر کی ایجاد ہے۔ہم آپ کو اس پر کچھ مزید آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔

شیعہ ویب السلام ڈاٹ او آر جی العسکری کے کتاب سے نقل کرتی ہے :

It appears that al-Tabari was the first who reported the story of Ibn Saba from Sayf, and then other historians quoted al-Tabari in this regard.

"اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ الطبری (ابو جعفر ابن جریر طبری) پہلا شخص ہے جس نے ابن سبا کی کہانی سیف سے بیان کی ہے اور دوسرے تاریخ نویسوں نے اس کو پھر طبری سے نقل کیا ہے "

العسکری اور اس کے شیعہ حواری یہاں غلط بیانی کر رہے ہیں طبری سے ۵۰ سال پہلے الثقفی نے الغارات لکھی جس میں اس نے ابن سبا کیا زکر کیا ہے۔

دخل عمرو بن الحمد وحجر بن عدی وحبة العوفی والحارث الاعور وعبد الله بن سبأ علی أمیر المؤمنین

الغارات ص۳۰۲

عمرو بن العمد و حجر بن عدی ، حبہ العوفی و عبداللہ بن سبا امیر المومنین کے پاس تھے۔

اس کے علاوہ ایک اور قدیمی حوالہ لفظ سبائی کا دیوان اشی حمدان ص ۱۴۷ میں ملتا ہے اشی حمدان کی وفات ۸۳ ھجری ابن جریر طبری تو ۳۱۰ ہجری میں وفات پائی ان کے بیچ میں ۲۳۰ سال ہوتی ہیں۔وہ دیوان مختار الثقفی (شیعوں کا کافر بزرگ) اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں لکھتا ہے:

شھدت علیکم أنکم سبئیة وأنی بکم یاشرطة الکفر عارف

"میں شہادت دیتا ہوں کہ تم سبائی ہو ای کفر کے سپاہیو میں تمہیں اچھے طرح جانتا ہوں"

الاسلام ڈاٹ او آر جی لکھتی ہے:

As for Sayf Ibn Omar having been declared a liar and a weak narrator by Sunni Hadithists themselves, al-islam org says:

Here, later on, I give the sayings of several leading Sunni scholars, who all confirmed that Sayf Ibn Umar was an untrustworthy person and his stories are void....

It is interesting to see that although al-Dhahabi (d. ۷۴۸AH) has quoted from the book of Sayf in his History, he has mentioned in his other book that Sayf as a weak narrator. In "al-Mughni fi al-Dhu'afa'" al-Dhahabi wrote:

"Sayf has two books which have been unanimously abandoned by the scholars."

al-Mughni fi al-Dhu'afa', by al-Dhahabi, p۲۹۲)

It's not that he is a liar some of his narrations in History (hence Al-Dhahabi narrated from him history reports ONLY) are true but he is more of a story-teller as in he narrates the event without regard to accuracy of words.

Here are some examples:

Al-Nasa'i (d. ۳۰۳AH) wrote: "Sayf's narrations are weak and they should be disregarded because he was unreliable and untrustworthy".

–Yahya Ibn Mueen (d. ۲۳۳AH) wrote: "Sayf's narrations are weak and useless".

–Abu Hatam (d. ۲۷۷AH) wrote: "Sayf's Hadith is rejected ".

"جہاں تک سیف بن عمر کے کذاب و ضعیف ہونے کی بات جو کہ سنی محدیثین نے کہا ہے تو میں آپ کو بہت سے مایہ ناز سنی علماء کے اقوال حوالے دیتا ہوں جنہوں نے سیف بن عمر کو ضعیف کہا ہے اور اس کی روایات کو لینے سے منع کیا ہے۔

یہ بات انتہائی غور طلب ہے کہ امام ذہبی نے اسکی تاریخ کو اپنی کتب میں نقل کیا ہے پر انہوں نے اپنے دوسرے کتب میں کہا ہے کہ سیف ضعیف ہے مغنی الضعفاء میں امام ذہبی لکھتے ہیں

سیف کے پاس دو کتابیں تھیں جس کو علماء نے چھورڑدیا ہے (المغنی ص ۲۹۲)

یہ نہیں کہ وہ صرف کذاب ہے بلکہ کچھ روایات میں (جیسا امام ذہبی نے اس کی روایات نقل کی ہیں) وہ صحیح بھی ہے پر وہ صحیح وقعات بیان کرنے سے زیادہ کہانی نویس ہے یہاں کچھ مزید مثال بیان کیئے جاتے ہیں

امام نسائی کہتے ہیں کہ سیف کی روایات ضعیف ہیں اور وہ چھوڑ دینی چاہئے کیوں‌کہ وہ قابل اعتماد و ثقہ نہیں ہے

یحی بن معین کہتے ہیں سیف کی روایات ضعیف ہیں اور کسی کام کی نہیں ہیں

ابو حاتم کہتے ہیں کہ سیف کی حدیث کو رد کیا جائے"

یہ تھے چند امثال جو کہ العسکری بہت زیادہ نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے پر وہ کیوں نہیں کرتا جو کہ سنی محدیثین کہا ہے جیسا کہ

ابن ابی حاتم لکھتے ہیں علماء نے سیف کی روایات کو ترک کیا ہے امام سیوطی کہتے ہیں کہ سیف کی صرف حدیث ضعیف ہے باقی تاریخ میں اس کی روایات قابل اعتماد ہیں جو وہ کہتا ہے اسے نقل کیا جا سکتا ہے ایسا بلکل بھی نہیں ہے جیسے شیعہ دعوی کرتے ہیں۔

ابن حجر عسقلانی تقریب تہذیب ۱-۳۴۴ میں کہتے ہیں تاریخ میں سیف عمدہ ہے۔

امام ذہبی میزان اعتدال ۲-۲۵۵ میں کہتے ہیں کہ وہ تاریخ میں عالم ہے۔

اسی سبب کے بنیاد پر علماء جن میں محمد صوبی حسن حلاق ، محمد بن طاہر البرزنجی ، شیخ یحی ابراہیم الیحی ، ڈاکٹر خالد الغایب شامل ہیں کچھ شرائط رکھی ہے جس کی بنیاد پر سیف بن عمر کی روایات کو لیا جائے (دیکھئے تاریخ طبری صحیح وضعیف)

۱۔سیف جو کہے اس کی بنیاد کسی حدیث کی مستند کتاب میں پائی جاتی ہو اور وہ روایات کسی مستند تاریخ کی کتاب سے لی گئی ہو

۲۔اس کی روایات عقیدہ کے بارے میں یا حلال و حرام کے بارے میں نہ ہوں

۳۔اس کی روایات صحابہ کے خلاف نہ ہوں

۴۔اس کی روایات خلفاء راشدین کے خلاف نہ ہوں

آپ نے دیکھا کہ العسکری اور اس کے حواری بری جہالت کا مظاہری کرتے ہیں جب وہ سیف بن عمر کو ایک محدث کے طور پر پیش کرتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ حدیث میں ضعیف ہے پر تاریخ میں اس کی روایات قابل قبول ہیں خاص طور ایسی روایات جس کے دوسری سندوں کے ساتھ آئے ہیں اور ہم نے ۸ ایسی روایات پیش کی جو کہ سیف بن عمر کے علاوہ کسی دوسری صحیح سندوں سے آئیں ہیں۔تو ثابت ہوا کہ شیعوں کا دعوی کہ ابن سبا کے بارے میں صرف سیف بن عمر سے روایات آئی ہیں یہ ایک کھلا جھوٹ ہے۔☆

(جاری۔۔۔)

☆ بشکریہ سرونٹ آف صحابہ بلاگ defenseofsahaba.wordpress.com

ردِّ قادیانیت کورس

(قسط۔۲)

منظور احمد چنیوٹی عفااللہ عنہ

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہم پہ یہ بات کھل گئی ہے کہ گلی کا کتا بھی ہم سے بہتر ہے اگر ہم تحفظ ختم نبوت نہ کر سکیں۔

(نقش دوام از مولانا انظر شاہ کاشمیری مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ص۱۹۱)

مرزا کے دعوے:

مرزا نے درجہ بدرجہ دعوے کئے تھے جس کا نقشہ حسب ذیل ہے:

- ملہم من اللہ
- مجدد
- مسیح موعود
- مہدی
- ظلی بروزی نبوت
- مستقل نبوت

ان دعووں پر چند حوالہ جات:

۱۔ ”جب تیرھویں صدی کا آخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا نے الہام کے ذریعہ مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے“

کتاب البریہ حاشیہ ۱۸۳، روحانی خزائن ج ۱۳ ص ۲۰۱

۲۔ ”میں خدا تعالی کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں“

کتاب البریۃ ص ۱۸۴، روحانی خزائن ج ۱۳ ص ۲۰۲

۳۔ " انی فضلتك علی العالمین قل ارسلت الیکم جمیعا "

ترجمہ: میں نے تجھ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی تو کہہ دے کہ میں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

تذکرہ ص ۱۲۹ طبع دوم

۴۔ " اللہ جل شانہ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے"

تذکرہ ص ۱۷۷/۱۷۷ طبع دوئم

۵۔ " جعلناك المسیح ابن مریم " ہم نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔

ازالہ اوہام ص ۵۷۳، روحانی خزائن ج ۳ ص ۴۰۹، تذکرہ ص ۲۲۳، ۲۱۹، ۱۹۱ طبع دوم

۶۔ " خدا نے مجھے بشارت دی اور کہا کہ وہ مسیح موعود اور مہدی مسعود جس کا لوگ انتظار کرتے ہیں تو ہے۔"

اتمام الحجۃ ص ۳، روحانی خزائن ج ۸ ص ۲۷۵

۷۔ " جبکہ میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ "

ایک غلطی کا ازالہ ص ۸، روحانی خزائین ج ۱۸ ص ۲۱۲

۸۔ " انا انزلنه قریباً من القادیان "ہم نے اس کو قادیان کے قریب اتارا ہے۔

براہین احمدیہ ص ۴۹۸ حاشیہ، روحانی خزائن ج ۱ ص ۵۹۳، تذکرہ ص ۷۶۳ طبع دوم

۹۔ " سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا "

دافع البلاء ص ۱۱، روحانی خزائن ج ۸ ۱ ص ۲۳۱

۱۰۔ " قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا ای مرسل من الله "۔ اور کہہ کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا تعالیٰ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔

تذکرہ ص ۳۶۰

۱۱۔ " یٰس انك لمن المرسلین علی صراط مستقیم "۔

اے سردار تو خدا کا مرسل ہے راہ راست پر۔

حقیقت الوحی ص ۱۰۷، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۱۱۰، تذکرہ ص ۶۵۹، ۶۵۸

۱۲۔ " شریعت کی تعریف یہ ہے کہ جس میں امر اور نہی پایا جائے اور یہ دونوں میری وحی میں بھی پائے جاتے ہیں "

خلاصہ عبارت اربعین نمبر ۴ ص ۶، روحانی خزائن ص ۴۳۵، ۴۳۶ ج ۱۷

۱۳۔"اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے۔ 'ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ'۔"

(اعجاز احمدی ص ۷۔ روحانی خزائن ص ۱۱۳ ج ۱۹)

مرزا کے جانشین:

مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل لاہور میں ہوئی۔ اس کا پہلا خلیفہ حکیم نورالدین ہوا جو بھیرہ کا تھا یہ بڑا اجل طبیب تھا اور عالم تھا یہ کشمیر کے راجہ کے پاس رہتا تھا، راجہ کشمیر نے اسے انگریز کی جاسوسی کے الزام میں نکال دیا تھا اس کا چونکہ مرزا قادیانی سے پہلے سے رابطہ اور تعلق تھا اس لئے دونوں اکٹھے ہو گئے پھر دونوں نے مل کر اس دھندے کو چلایا یہ اس کا دست راست تھا اور علم میں اس سے بہت اونچا تھا حکیم نورالدین کی خلافت ۱۹۱۴ء تک رہی اس کے بعد خلافت کے دو امیدوار تھے:

(۱) مولوی محمد علی لاہوری (۲) مرزا محمود احمد

مولوی محمد علی لاہوری، مرزا کا بڑا قریبی مرید تھا اور بہت پڑھا لکھا آدمی تھا قابلیت کے لحاظ سے واقعی وہ خلافت کا حقدار تھا مگر مقابلہ میں چونکہ خود مرزا کا بیٹا تھا، اس لئے اس کو کامیابی نہ ہوئی اور چونکہ مرزا بشیر الدین کے حق میں اس کی والدہ کا ووٹ بھی تھا جس کو مرزائی ام المؤمنین کہتے ہیں اس لئے مرزا بشیر الدین خلیفہ بن گیا۔ بوقت خلافت مرزا بشیر الدین کی عمر ۲۴ سال تھی اس کی شہزادوں کی سی زندگی تھی اور خوب عیاش تھا۔ ۱۹۶۵ء تک یہ خلیفہ رہا اس نے اپنے والد کی سیرت پر کتاب بھی لکھی جس کا نام "سیرت مسیح موعود" ہے اس کے علاوہ بھی اس نے متعدد کتب لکھیں۔

مولوی محمد علی لاہوری ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۰ء تک قادیان میں رہا اگرچہ جماعت کا کام کرتا رہا مگر اس نے بیعت نہ کی اور نہ اس کی پارٹی نے بیعت کی ان کو غیر مبایعین کہا جاتا تھا اس نے ۱۹۲۰ء میں باقاعدہ علیحدہ دکان بنانا چاہی چنانچہ اس نے لاہور آکر ایک تنظیم بنائی جس کا نام " انجمن اشاعت الاسلام احمدیہ " رکھا اور خود اس جماعت کا پہلا امیر بنا۔ چونکہ مرکز ان کے پاس نہ تھا اس لئے اس کا کام زیادہ نہ چلا لیکن بڑا سمجھدار تھا اپنی تنظیم کو خوب مضبوط کیا اور غیر ممالک میں پھیلایا اور غیر ممالک میں اس کی جماعت کو بڑی کامیابی ہوئی۔

یہ مرزا کو نبی نہیں مانتے بلکہ محض مصلح یا مجدد مانتے ہیں اور نبوت کو ختم مانتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں یہ محض ان کی منافقت ہے اگر ان کا اختلاف حقیقی ہے تو لاہوری جماعت والوں کا چاہیے کہ وہ قادیانیوں کو کافر کہیں کیونکہ وہ ایک غیر نبی کو نبی مانتے ہیں اور سلسلہ نبوت

جاری مانتے ہیں اسی طرح قادیانیوں کو بھی چاہیے کہ وہ لاہوریوں کو کافر کہیں کیونکہ وہ ایک سچے نبی کی نبوت کے منکر ہیں۔ محمد علی لاہوری کے مرنے کے بعد جماعت کا امیر صدرالدین بنا اور اب ڈاکٹر نصیر احمد ہے۔ ان دو پارٹیوں کے علاوہ مرزائیوں کی چند اور پارٹیاں بھی ہیں مگر یہ دونوں پارٹیاں زیادہ مشہور ہیں۔ ان دو پارٹیوں کا مباحثہ چار نکات پر راولپنڈی میں ہوا تھا، جو کہ درج ذیل ہے:

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی پیش گوئی متعلقہ مصلح موعود کا مصداق کون ہے؟

۲۔ مرزا قادیانی کی جانشین انجمن ہے یا خلیفہ؟

۳۔ مرزا نبی ہے یا مجدد؟

۴۔ مرزا کا منکر کافر ہے یا نہیں؟

یہ مباحثہ بصورت رسالہ "مباحثہ راولپنڈی" کے نام سے شائع ہوا، یہ ایک نہایت اہم رسالہ ہے اس میں دونوں پارٹیوں کے دلائل خود مرزا کی تحریرات سے موجود ہیں۔

مرزا بشیر الدین کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مرزا ناصر احمد خلیفہ بنا، یہ برابر ۱۹۸۲ء تک خلیفہ رہا۔ بروز بدھ مورخہ ۸ اور ۹ جون ۱۹۸۲ء کی درمیانی شب ہارٹ اٹیک سے ہلاک ہو کر واصل جہنم ہوا۔ اس کی موت کے بعد خلافت کے بارے میں جھگڑا ہوا بعض کی رائے تھی کہ مرزا بشیر الدین کے بیٹے مرزا رفیع احمد کو خلیفہ بنایا جائے جبکہ بعض مرزا طاہر احمد کے حق میں تھے۔ بہر حال اسی کشمکش میں مرزا رفیع احمد کو اغوا کر لیا گیا اور یوں مرزا طاہر احمد جو مرزا ناصر احمد کا بھائی ہے خلیفہ بن گیا۔

﴿باب دوم﴾

مرزائیوں اور مسلمانوں کے مابین متنازع فیہ مسائل

تعین موضوع:

مرزائیوں اور مسلمانوں کے مابین متنازع فیہ مسائل تین ہیں:

۱﴾ حیات و وفات عیسیٰ علیہ السلام

۲﴾ اجرائے نبوت و ختم نبوت

۳﴾ صدق و کذب مرزا یعنی سیرت و کردار مرزا

مرزائی عموماً کوشش کرتے ہیں کہ پہلے دو موضوعات پر بحث کی جائے تیسرے موضوع پر بحث کرنا انہیں موت نظر آتی ہے، حتیٰ کہ بعض اوقات اس موضوع سے گھبراتے ہوئے وہ مناظرہ ہی کو خیر باد کہہ دیتے ہیں وہ عموماً حیات عیسیٰ یا اجرائے نبوت کے متعلق مناظرہ کرتے ہیں، مگر ہمیں چاہیے کہ سب سے پہلے انہیں مجبور کریں کہ وہ سیرت مرزا پر مناظرہ کریں کیونکہ اصل بحث کسی مدعی

ماموریت کی سیرت و کردار پر ہی ہونی چاہیے اگر اس کی سیرت و کردار بے داغ ہو تو پھر دوسرے مسائل کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ہر مدعی پہلے اپنی سیرت قوم کے سامنے پیش کرتا ہے جیسا کہ نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ نے اہل مکہ کے سامنے صفا پہاڑی پر چڑھ کر اپنی چالیس سالہ زندگی پیش کی۔ قرآن مجید میں ہے:

"فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون"

اس لئے ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہم سب سے پہلے مرزا صاحب کی زندگی اور کردار کو ان کی اپنی تحریروں کے آئینہ میں دیکھیں اگر وہ اپنی تحریروں کی رو سے ایک پاکیزہ سیرت، شریف، دیانتدار اور سچا انسان ثابت ہو جائے تو اسکے تمام مسائل دعاوی کو بلا حیل و حجت مان لیں گے اور دوسرے مسائل میں بحث کرنے اور وقت ضائع کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی اور اگر وہ کسی ایک بات میں جھوٹا ثابت ہو جائے تو بقول خود مرزا کے اس کی کسی بات کا اعتبار نہیں رہے گا چنانچہ مرزا صاحب خود تحریر کرتے ہیں کہ:

"ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔"

(چشمہ معرفت ج ۲ ص ۲۲۳، روحانی خزائن ص ۲۳۱ ج ۲۳)

لہذا پہلے ہم مرزا صاحب کی سیرت و کردار دیکھتے ہیں۔

ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ کسی مرزائی کے اندر یہ جرأت نہیں ہے کہ وہ مرزا کو اس کی اپنی تحریروں کی رو سے ایک سچا اور شریف انسان ثابت کر سکے۔ ہم آگے چل کر مشت نمونہ از خروارے اس کے کذاب ہونے کے چند دلائل پیش کریں گے لیکن اس بحث سے قبل ہم اپنی تائید میں مرزا صاحب کے دونوں خلفاء کی تحریریں پیش کرتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۱: "جب یہ ثابت ہو جائے کہ ایک شخص فی الواقع مامور من اللہ ہے تو پھر اجمالاً اس کے تمام دعاوی پر ایمان لانا واجب ہو جاتا ہے...... الغرض اصل سوال یہ ہوتا ہے کہ مدعی ماموریت فی الواقع سچا ہے یا نہیں اگر اس کی صداقت ثابت ہو جائے تو اسکے تمام دعاوی کی صداقت بھی ساتھ ہی ثابت ہو جاتی ہے اگر اس کی سچائی ہی ثابت نہ ہو تو اس کے متعلق تفصیلات میں پڑنا وقت کو ضائع کرنا ہوتا ہے۔"

(دعوۃ الامیر مصنفہ بشیر الدین محمود ص ۵۰،۴۹)

حوالہ نمبر ۲: "خاکسار (بشیر احمد ایم۔اے) عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفہ اول (حکیم نورالدین) فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب کیا نبی کریم ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو پھر؟ میں نے کہا پھر ہم دیکھیں گے کہ کیا وہ صادق اور راست باز ہے یا نہیں۔ اگر صادق ہے تو بہر حال اس کی بات کو قبول کریں گے۔"

(سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۹۸ حدیث نمبر ۱۰۹)

ان دو حوالہ جات سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ اصل بحث صدق و کذب پر ہونی چاہیے اگر وہ ہو ہی جھوٹا تو پھر اس کے دعاوی وغیرہ پر بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اب ہم اس بات پر دلیل دیں گے کہ وفات و حیات مسیح پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ ☆

(جاری ہے...)

☆ پندرہ روزہ رد قادیانیت کورس- منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ، تاریخ اشاعت غیر مذکور

کیا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ شیطان تھے؟

غیر مقلدین کے ایک اعتراض کا جواب

محسن اقبال حفظہ اللہ

اکثر غیر مقلدین امام ابو حنیفہؒ کو معاذ اللہ شیطان ثابت کرنے کے لئے الکامل في ضعفاء الرجال لابن عدي سے ایک روایت پیش کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبد اللَّهِ بْنُ عَبد الحميد الواسطي، حَدَّثَنا ابْن أبي بزة، قَالَ: سَمِعْتُ المؤمل يَقُول: سَمعتُ حَمَّاد بْن سَلَمَة يَقُول كَانَ أَبُو حنيفة شيطانا استقبل آثار رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يردها برأيه.

[الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي:۸ / ۲۳۹ واسنادہ صحیح]

مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ شیطان تھا وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی احادیث کو اپنی رائے سے رد کر دیا کرتا تھا۔

اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے اس کے ایک راوی مومل بن اسماعیل کی وجہ سے۔ یہ وہی مومل بن اسماعیل ہے جس کی روایت کو غیر مقلدین سینہ پہ ہاتھ باندھنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔

مومل بن اسماعیل کے بارے میں محدثین کی رائے:

- علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ مومل علی صدرہ کے الفاظ نقل کرنے میں اکیلا ہے، اور حاشیہ میں مومل کو ضعیف کہا گیا ہے۔

[اعلام الموقعین، جلد ۴ صفحہ ۲۸۵]

- مشہور غیر مقلد عالم عبد الرحمان مبارکپوری کہتے ہیں کہ " میں تسلیم کرتا ہوں کہ مومل بن اسماعیل ضعیف ہے اور بیہقی کی سینہ پہ ہاتھ باندھنے کی یہ روایت ضعیف ہے۔"

[ابکار المنن، صفحہ ۳۵۹]

- غیر مقلدین کے مستند شدہ محدث علامہ البانی بھی سینہ پہ ہاتھ باندھنے کی روایت کو مومل کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مومل سیئ الحفظ ہے۔

[صحیح ابن خزیمہ بتحقیق البانی جلد ۱ صفحہ ۲۴۳]

- غیر مقلد عالم عبد المنان نور پوری کا اعتراف کہ سینہ پہ ہاتھ باندھنے کی روایت کا راوی مومل بن اسماعیل ضعیف ہے اور علامہ البانی بھی اس کی سند کو اس لئے ضعیف کہتے ہیں کہ مومل بن اسماعیل سئی حفظ ہے۔

[مکالمات نور پوری، صفحہ ۵۲۸]

- مومل کے بارے میں علامہ البانی اور لکھتے ہیں کہ

قلت: وهذا خطأ فاحش، وبخاصة من الذهبي؛ لأن مؤملا هذا ليس من
رجال الشيخين أولا، ثم هو شديد الخطأ ثانيا؛ فقد قال فيه إمام المحدثين البخاري:
"منكر الحديث."
وقد اعترف كل من ترجم له -حتى الذهبي- بأنه سيئ الحفظ، فقال في "حافظ عالم يخطئ. وثقه ابن معين.
وقال أبو حاتم: صدوق شديد في
السنة، كثير الخطأ. وقال البخاري: منكر الحديث. وقال أبو زرعة: في حديثه خطأ كثير "
وقال الحافظ في "التقريب:"
"صدوق سيئ الحفظ."
وقد أعتمد قول أبي حاتم المتقدم الذهبي نفسه في " الكاشف ". ثم أتبعه ببيان سبب كثرة خطئه
فقال:

"وقيل: دفن كتبه، وحدث حفظا، فغلط."

قلت: فمثله لا يحتج به إذا انفرد

[سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ۱۲/۵۸]

- ابو نصر المروزی کہتے ہیں: المؤمل إذا انفرد بحديث وجب ان يتوقف ويتثبت فيه لانه كان سيئ الحفظ كثير الغلط.

[تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۱، تعظیم قدر الصلوہ از امام مروزی، صفحہ ۵۷۴]

- دار قطنی کہتے ہیں: ثقة كثير الخطأ۔

اوران سے ایک دوسری روایت میں صدوق کثیر الخطاء کے الفاظ بھی منقول ہیں۔

- اس کے علاوہ علل میں دار قطنی کہتے ہیں۔

وَرَوَاهُ مُؤَمَّلُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ فَوَهِمَ عَلَيْهِ فِي إِسْنَادِهِ، وَهْمًا قَبِيحًا؛

[علل الدار قطنی ۹/۳۱۴]

- امام بخاری فرماتے ہیں منکر الحدیث

[میزان الاعتدال ۴/۲۸۴]

- ابو حاتم کہتے ہیں صدوق شديد في السنة كثير الخطاء يكتب حديثه.

[الجرح والتعدیل ۸/۳۷۴]

- ابو زرعہ الرازی کہتے ہیں في حديثه خطاء كثير

- ابن سعد کہتے ہیں ثقة كثير الخطاء
- یعقوب بن سفیان المعروف الفسوی لکھتے ہیں:

قال يعقوب بن سفيان: مؤمل أبو عبد الرحمن شيخ جليل سني سمعت سُلَيمان بن حرب يحسن الثناء كان مشيختنا يوصون به الا ان حديثه لا يشبه حديث اصحابه وقد يجب على اهل العلم ان يقفوا عن حديثه

فانه يروى المنا كير عن ثقات شيوخه وهذا اشد فلو كانت هذه المنا كير عن الضعفاء لكنا نجعل له عذرا

- ساجی کہتے ہیں: صدوق كثير الخطأ وله أوهام يطول ذكرها

دیگر کتابیں:

تهذيب الكمال، طبقات ابن سعد ۵/۵۰۱، سير اعلام النبلاء ۸/۲۸۶، من تكلم فيه وهو موثق ۱/۵۱۳، ميزان الاعتدال ۴/۲۸۴، تهذيب التهذيب ۱۰/۳۸۱، لسان الميزان ۷/۴۰۶، موسوعة اقوال ابی الحسن الدار قطنی ۲/۶۷۴۔

اس کے علاوہ ان کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی کتابیں دفن ہو گئی تھیں وہ جو کچھ بیان کرتے تھے یادداشت سے بیان کرتے تھے اسی بناء پر ان کی غلطیاں زیادہ ہو گئیں وَقَال غيره: دفن كتبه فَكَانَ يحدث من حفظه. فكثر خطؤه.

اور یہ بات مشہور ہے کہ جب کسی کی غلطیاں صواب سے زیادہ ہو جائیں تو پھر وہ ترک کا مستحق ہو جاتا ہے۔

[تہذیب الکمال جلد ۷ صفحہ ۱۶۴]

یہ امام ابو حنیفہؒ پہ جرح کے بارے میں غیر مقلدین کی پیش کردہ ایک مشہور روایت کا حال ہے جس سے غیر مقلدین ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ معاذ اللہ امام ابو حنیفہؒ شیطان تھے۔

اللہ سب کو ہدایت دے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ، اہلبیت رضی اللہ عنھم اور ائمہ کرام رحم اللہ عنھم کا ادب اور احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

غلامِ خاتم النبیین ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم واہلبیت عظام رضی اللہ عنھم

محسن اقبال

فکری امانت

"سربکف" مجلہ آپ کو کیسا لگا؟ کیا "سربکف" آپ کے ذوق پر کھرا اترتا ہے؟ اس کی تحریروں کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

اور۔۔۔اس کی بہتری کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں؟

اسے پڑھ کر آپ کے ذہن میں جو خیالات آتے ہیں وہ ہم سب کی امانت ہے۔آپ اسے ہم تک پہنچائیں، ہم ان شاء اللہ اسے بہتر انداز میں سربکف کے قارئین تک پہنچا دیں گے۔

اپنی رائے دینے کے لیے اس صفحے پر جائیں(کلک):

http://sarbakaf.blogspot.com/p/feedback.html

یا اس ای میل پر روانہ کریں: SarbakafMagazine@gmail.com

اللہ کی ذات کے متعلق علماء دیوبند کا موقف

عباس خان حفظہ اللہ

تمام اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ

وقال الإمام الحافظ الفقیه أبو جعفر أحمد بن سلامة الطحاوی الحنفی (۳۲۱ھ) فی رسالته (متن العقیدة الطحاویة) ما نصه: "وتعالى أي الله عن الحدود والغايات والأركان والأعضاء والأدوات، لا تحويه الجهات الست كسائر المبتدعات" اهـ.

امام الطحاوي الحنفي (وفات ۳۲۱ھ) کبار علماء السلف میں سے ہیں اپنی کتاب (العقیدۃ الطحاویۃ۔ جو کہ تمام اہلسنت والجماعت کہ ہاں مسلم ہے) فرماتے ہیں:

اللہ تعالی" مکان و جہت و حدود" سے پاک ہے۔

(متن عقیدہ طحاویہ ص ۱۵)

اب ہر وہ عقیدہ جس سے اللہ کیلئے حدود، جسم یا جہت ثابت ہوتی ہے اسے علماء دیوبند ترک کرتے ہیں۔

اللہ تعالٰی ہر جگہ ہے اس کا علماء دیوبند کے نزدیک کیا معنی ہے؟

علماء دیوبند کے نزدیک اللہ تعالٰی جگہ / مکان میں ہونے سے پاک ہے یعنی اللہ موجود ہے مگر بلا مکان۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

(اللہ تعالٰی کے) ہر جگہ ہونے کے اس عقیدہ ہی کی کوئی دلیل نہیں۔ جب وہ صرف جگہ میں ہونے سے پاک ہے کئی جگہوں میں اس کا ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

اگرچہ اس محاورہ (اللہ ہر جگہ ہے) میں گنجائش زیادہ ہے کیونکہ اس سے مراد کسی جگہ میں ہونے کی قید کا نہ ہونا ہے۔

(تسہیل تربیت السالک ج ۳ صفحہ ۱۱۸)

یعنی کہ علماء دیوبند کے نزدیک اللہ ہر جگہ کہنے سے کسی جگہ میں اللہ کی قید کی نفی کرنا ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ اللہ یہاں ہے وہاں نہیں تو کہا جا سکتا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم سورۃ بقرہ آیت ۱۱۵ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کسی ایک جہت میں محدود نہیں وہ ہر جگہ موجود ہے۔

(آسان ترجمہ قرآن سورۃ ۲، البقرۃ: ۱۱۵)

علماء دیوبند کے نزدیک ایسا کہنا کہ اللہ عرش پر ہے یا آسمانوں پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے کہنا بھی درست ہے۔ بشر طیکہ اللہ کی ذات کی تخصیص یا اسکی ذات کیلئے کوئی جگہ مقرر کرنی نہ ہو۔ مقصود اِس نفی سے اُس بات کی نفی کرنی ہو جو اللہ کی شان کے لائق نہ ہو اور اس سے کوئی لازم سمجھ سکتا ہو۔

ایسی ہی ایک جگہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: میرے نزدیک جن حضرات نے احاطۂ ذاتی کی نفی کی ہے غالباً مقصود ان کا نفی کرنا ہے تجسیم (جسم) کی۔ یعنی احاطہ ذاتی سے متبادر محیط و محاط کا اتصال حسی ہے جو کہ عامہ (عامی) کے نزدیک احاطہ ذاتی کی لوازم سے ہے پس اصل مقصود لازم کی نفی ہے اور اس کیلئے ملزوم کی نفی کر دی جاتی ہے۔

(امداد الفتاویٰ جلد ۶ ص ۶۳)

کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلاف نے باطل گروہوں کے عقائد کی نفی کیلئے یا کم فہموں کیلئے ان باتوں کا درجہ ظن میں اثبات کیا ہے جو کہ وہ پہلے نہیں کیا کرتے تھے۔

علماء دیوبند کے عقائد کی کتاب المهند علی المفند جس پر علماء حرمین کے بھی دستخط موجود ہیں اس میں ایک جگہ علماء حرمین کی طرف سے یہ سوال ہوا ہے کہ:

ماقولکم فی امثال قوله تعالی الرحمن علی العرش استوی هل تجوزون اثبات جهة و مکان للباری تعالی ام کیف رایکم فیه

ترجمہ: کیا کہتے ہیں حق تعالٰی کے اس قسم کے قول میں کہ رحمٰن عرش پر مستوی ہوا، کیا جائز سمجھتے ہو باری تعالٰی کیلئے جہت و مکان کا ثابت کرنا یا کیا رائے ہے؟

الجواب:

قولنا فی امثال تلك الايات انا نؤمن بها و لا يقام كيف و لومن بالله وسبحانه و تعالى متعال و منزه عن صفات المخلوقين وعن سمات النقص والحدوث كما هو راى قدمائنا واما ما قال المتاخرون من ائمتنا فی تلك الايات يا ولونها بتاويلات صحيحة سائغة فی اللغة و الشرع بانه يكمن المراد من الاستواء الاستيلاء ومن اليد القدرة الى غير ذلك تقريباً الى افهام القاصرين فحق ايضا عندنا و اما الجهة والمكان فلا نجوز اثباتهما له تعالى ونقول انه تعالى منزه و متعال عنهما وعن جميع سمات الحدوث

ترجمہ: اس قسم کی آیات میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور کیفیت سے بحث نہیں کرتے یقین جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالٰی مخلوق کے اوصاف سے منزہ اور نقص و حدوث کی علامات سے مبرا ہے جیسا کہ ہمارے متقدمین کی رائے ہے اور ہمارے متاخرین اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت شرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تا کہ کم فہم سمجھ لیں مثلا یہ کہ ممکن ہے استواء سے مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔ البتہ جہت و مکان کا اللہ تعالٰی کیلئے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت و مکانیت اور جملہ علامات حدوث سے منزہ و عالی ہے۔

(المہند علی المفند ص ۳۸۔۳۹)

بائن الخلق

مخلوق سے جدا

علماء دیوبند کے نزدیک اللہ تعالٰی کی ذات قدیم ہے جیسا اللہ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے تھا اب بھی ویسا ہی ہے۔

پھر اس نے مخلوقات کو پیدا فرمایا اور کسی مخلوق میں یہ ہمت نہیں کہ پیدا ہونے کے بعد وہ خدا کی ذات کے ساتھ متحد ہو جائے۔

اللہ تعالٰی کا کسی کے ساتھ اتحاد اور حلول نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی چیز اللہ کے ساتھ متحد (جڑ جانا) یا حل (مکس ہو جانا) ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالٰی کی ذات قدیم ہے اور قدیم، حادث (جو بعد میں پیدا ہوئے) کے ساتھ متحد و حل نہیں ہو سکتا اتحاد اور حلول وہاں ہوتا ہے جہاں دو چیزیں ایک ہی جنس کی ہوں اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالٰی نہ تو جنس جواہر ہے اور نہ ہی جنس اعراض۔

مولانا ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں:

حق تعالٰی کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہوتا اور نہ کوئی چیز اس کے ساتھ متحد ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے اور نہ وہ کسی شئے میں حلول کرتا ہے۔

(عقائد اسلام ص۵۹)

اللہ اپنی ذات کے ساتھ متحد ہے کا عقیدہ دو طرح سے نکل سکتا ہے ایک یہ کہ اللہ کی ذات کو جسم و جہت سے پاک نہ مانا جائے اور دوسرا اس طرح کہ اللہ کی ذات کیلئے کوئی جگہ مقرر کر دی جائے اور کہا جائے کہ اس کے بعد سے اللہ کی ذات نہیں پھر مخلوقات شروع ہوتی ہیں۔ اب جہاں سے بھی اللہ کی ذات ختم قرار دی جائے گی پھر اس عقیدے سے یہ بھی لازم آئے گا کہ اللہ کی ذات اور اس کے بعد جو بھی مخلوقات ہیں وہ آپس میں متحد ہیں یا اگر اللہ کی ذات اور مخلوق کے درمیان کوئی فاصلہ مقرر کر دیتے ہیں تو وہ فاصلہ بھی غیر اللہ یعنی کہ مخلوقات میں ہی شامل ہو گا۔ اسلئے اب کسی بھی طرح یہ عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔

غیر مقلدین جواب دیں

عبد الرشید قاسمی سدھارتھ نگری حفظہ اللہ

چوں کہ موجودہ دور کا ہر غیر مقلد جب اپنے اصلی رنگ بالفاظ دیگر "غیر مقلدیت" کے نشہ میں مست ہوتا ہے تو "تقلید" کی ہر قسم کو ہر حال میں شرک، حرام، غلط، باطل، ناجائز، مردود اور مقلدین کو جاہل، مشرک، بدعتی اور نہ جانے کیا کیا کہہ جاتا ہے، اس لئے ذیل میں خود اساطین غیر مقلدین اور ان کی کتب کے حوالہ سے چند عبارات اور ان سے متعلقہ چند سوالات غیر مقلدین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں، ان عبارات کو پیش نظر رکھ کر غیر مقلدین سوالات کے جواب دیں۔

- غیر مقلدین کے محدث عصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی مشہور زمانہ کتاب "دین میں تقلید کا مسئلہ" کے "پیش لفظ" کی دوسری سطر میں فضل اکبر کاشمیری لکھتے ہیں:

"آنکھیں بند کر کے، بے سوچ سمجھے، بغیر دلیل اور حجت کے کسی غیر نبی کی بات ماننا (اور اسے اپنے اوپر لازم سمجھنا) تقلید (مطلق) کہلاتا ہے"۔

- مصنف کتاب حافظ زبیر علی زئی مرحوم صفحہ ۸۰/ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"لغت اور اصول فقہ کی رو سے آنکھیں بند کر کے، بغیر سوچے سمجھے کسی امتی کی بے دلیل بات ماننے کو تقلید کہتے ہیں"۔

- فضل اکبر کاشمیری اپنے "پیش لفظ" کی سطر نمبر ۴/ میں تقلید شخصی کی تعریف کرنے کے بعد سطر ۸/ میں لکھتے ہیں:

"تقلید کی یہ دونوں قسمیں (یعنی تقلید مطلق اور تقلید شخصی) باطل و مردود ہیں، جیسا کہ قرآن، حدیث، اجماع اور آثار سلف صالحین سے ثابت ہے"۔

- حافظ زبیر علی زئی کتاب کے صفحہ ۲۳/ پر لکھتے ہیں:

"تقلید بلا دلیل کی تمام قسمیں غلط و باطل ہیں"۔

- اور اوپر نمبر ۲/ پر موصوف کی نقل کردہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ "تقلید" بلا دلیل ہی ہوتی ہے۔
- موجودہ دور کے جماعت اہل حدیث کے مشہور مصنف اور خطیب حافظ جلال الدین صاحب قاسمی اپنی کتاب "تقلید کی شرعی حیثیت" کے صفحہ ۵۸/ پر لکھتے ہیں:

"تقلید کی کوئی قسم جائز نہیں "یعنی نہ تقلید مطلق نہ تقلید شخصی"۔

- دوسری طرف انہیں کے پیشوا اور شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی مشہور زمانہ کتاب "معیار الحق کے صفحہ ۸۰- ۸۱/ پر لکھتے ہیں:

"باقی رہی تقلید وقت لاعلمی، سو یہ چار قسم ہے۔ قسم اول: واجب ہے اور وہ تقلید مطلق ہے،....... قسم ثانی: مباح"۔

- مشہور اہل حدیث عالم اور مصنف مولانا محمد ابو الحسن سیالکوٹی مرحوم اپنی کتاب "الظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین" کے صفحہ ۴۳/ پر چوتھے مغالطہ کے جواب میں لکھتے ہیں:

"جسے بسبب کم علمی یا قصور فہم یا قلت تدبر کے قرآن و حدیث سے کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو سکے تو ایسے شخص کو (اللہ تعالی کے حکم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون [سورۃ النحل:۴۳] "اگر کوئی بات تمہیں معلوم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لو" کے مطابق) کسی محدث، مجتہد، فقیہ، قاضی، مفتی یا عالم سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھ لینا چاہئے۔ ایسے مواقع پر مجبوراً کسی کی تقلید کرنا جائز ہے"۔

- مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم فرماتے ہیں:

"عوام اور بے علموں کے لئے ترک مطلق تقلید کا کوئی قائل نہیں۔ (احسن الجدال صفحہ ۲۷)

- حافظ جلال الدین قاسمی اپنی اسی کتاب کے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

"ترک مطلق تقلید کو وہ (یعنی مولانا بٹالوی) صحیح نہیں سمجھتے تھے"۔

- مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ اپنی مشہور زمانہ کتاب "تاریخ اہل حدیث" کے صفحہ ۱۴۶/ پر لکھتے ہیں:

"ہمارے حنفی بھائی ہم اہلحدیثوں کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم مطلقا تقلید کا انکار کرتے ہیں"۔

- غیر مقلدین کے امام العصر حافظ محمد محدث گوندلوی "الاصلاح" کے ۱/۱۵۸ پر لکھتے ہیں:

"جس تقلید کو حنفیہ واجب کہتے ہیں، اس کے ادلہ کو اگر دیکھا جائے تو ایسی تقلید سے اہل حدیث بھی مفر نہیں"۔

قارئین کرام! یہاں ہمیں تقلید کے اقسام، اس کے وجوب و جواز اور شرک و حرام سے بحث نہیں ہے۔

نہ اس سے بحث ہے کہ مقلدین جو تقلید کو واجب اور ضروری کہتے ہیں وہ بوقت لاعلمی ہے یا ہر حال میں؟

نہ ہی اس سے مطلب ہے کہ مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید بحیثیت شارع کرتے ہیں یا بحیثیت شارح؟

نہ ہی یہ پوچھنا ہے کہ جب بقول حافظ زبیر علی زئی تقلید بے دلیل ہی ہوتی ہے، تقلید کی ہر قسم ہر حال میں غلط، باطل، شرک اور حرام ہے، تو کیوں شیخ الکل فی الکل اور مولانا سیالکوٹی نے بوقت لاعلمی اسے جائز اور واجب کہا؟

نہ یہ فیصلہ کرنا ہے کہ شیخ الکل فی الکل اور مولانا سیالکوٹی کی بات غلط ہے یا محدث عصر حافظ زبیر علی زئی کی؟

اور نہ یہ سوال ہے کہ جو تقلید بقول ابوالحسن سیالکوٹی قرآن کی صیغہ امر والی آیت "فاسئلوا اھل الذکر" سے ثابت ہے وہ بلا کسی قرینہ کے صرف جائز اور مباح ہی کیوں رہی؟

☆ بلکہ صرف یہ عرض کرنا ہے کہ:

(1) جس تقلید کی غیر مقلدین مذمت کرتے ہیں اور شرک، حرام، ناجائز، بدعت وغیرہ نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں، اس کی کیا تعریف ہے؟

(2) تقلید بے دلیل ہوتی ہے یا با دلیل؟

(3) اگر بے دلیل ہوتی ہے تو کیا بے دلیل بات کی پیروی اور اتباع شریعت میں جائز ہے؟

(4) کیا تقلید کی ہر قسم ہر حال میں شرک اور حرام ہے؟ یا کوئی قسم کسی صورت میں واجب یا مباح بھی ہے؟

(5) اگر ہے تو محدث عصر اور عام غیر مقلدین کیوں علی الاطلاق تقلید کو غلط، باطل اور شرک و حرام کہہ کر امت کو فریب میں مبتلاء کرتے ہیں؟

(6) اور اگر کسی بھی صورت میں واجب یا جائز نہیں ہے تو شیخ الکل فی الکل اور مولانا سیالکوٹی وغیرہ کیوں تقلید کو واجب اور جائز کہتے ہیں؟

(7) تقلید کا ثبوت قرآن کریم کی کسی آیت سے ہے یا نہیں؟

(8) اگر ہے تو مولانا سیالکوٹی کیوں اسے ثابت مانتے ہیں؟ اور مولانا بٹالوی وغیرہ کس دلیل سے تقلید مطلق کے قائل ہیں؟

(9) اور اگر ثابت ہے تو امت کو کیوں یہ کہہ کر فریب میں مبتلاء کیا جاتا ہے کہ تقلید کا ثبوت قرآن کریم کی کسی آیت سے نہیں؟

(10) اگر ایک چیز قرآن کریم کی کسی آیت سے ثابت ہو اور اس کے بارے میں کوئی علی الاطلاق صراحتاً انکار کر دے، تو اس منکر پر کیا حکم لگے گا؟ منکر قرآن، محرف قرآن، یا قرآن و سنت کا متبع؟

(11) لاعلم اور کم علم لوگوں کو بے دلیل بات ماننے کا حکم اور ترغیب دینا اور خود اسے واجب و جائز کہنا کیسا ہے؟

12 بے دلیل بات ماننے کا حکم اور ترغیب دینے والے کے بارے میں غیر مقلدین کا کیا نظریہ ہے؟

13 اجتہاد کا حق کس کو حاصل ہے؟

14 اجتہاد کے کیا شرائط ہیں؟

15 موجودہ دور کے جاہل غیر مقلدین قرآن و سنت کے احکام پر کس طرح عمل کریں گے؟ کسی کی تقلید کر کے یا بلا تقلید؟

16 اگر تقلیداً عمل کریں گے تو یہ تقلید ان کے اوپر واجب ہو گی یا جائز، یا شرک اور حرام؟

17 اور اگر بلا تقلید عمل کریں گے تو کیسے؟

18 ہم غیر مقلدین کے بارے میں کیا خیال رکھیں کہ وہ صرف تقلید مطلق کے قائل ہیں یا تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں کے، یا دونوں کے منکر ہیں؟

19 وہ کونسی تقلید ہے جسے حنفیہ واجب کہتے ہیں، اور دلائل کے پیش نظر غیر مقلدین بھی اس کے منکر نہیں؟

سارے سوالوں کا جواب سوچ سمجھ کر دیں اور ضرور دیں۔

☆☆☆

معذرت نامہ

سربکف ۲ پیج ٦٧ تا٨٧ پر تحقیقی مضمون "حدیثِ جابر بن سمرۃ اور ترکِ رفع یدین" شائع ہوا تھا، اس کا حوالہ درست ہے، البتہ مضمون نگار عبد الرحمن بجرائی نہیں، بلکہ "**نعمان محمد** حفظہ اللہ" ہے۔ قارئین نوٹ فرمالیں!

(مدیر)

اہل حدیث یا منکر حدیث

حافظ محمود احمد (عرف عبدالباری محمود)

غیر مقلدین کے مشہور عالم اور خطیب عبدالسلام بھٹوی کا احناف دشمنی میں سجدوں والی رفع یدین کی احادیث کا کھلم کھلا انکار

قارئین کرام! فرقہ غیر مقلدین کے معروف عالم اور مسجد طیبہ اہلحدیث وحدت کالونی کے خطیب عبدالسلام صاحب بھٹوی (گوجرانوالہ) "ایک دین اور چار مذاہب" کے صفحہ ۴۲، ۴۳ پر قاضی حمید اللہ صاحب دیوبندی کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"باقی رہی یہ بات کہ ہم سجدوں میں رفع یدین کیوں نہیں کرتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدوں میں رفع یدین کرنے کی ایک بھی روایت ثابت نہیں۔ پھر دو سطر بعد مزید لکھتے ہیں: "میں نے تو یہ جواب دے دیا ہے کہ سجدوں والی رفع یدین ثابت نہیں۔ کیا آپ کا جواب بھی یہی ہے کہ رکوع جاتے اور اٹھتے وقت کی رفع یدین ثابت نہیں؟ صاف طور پر لکھئے۔"

تبصرہ: قارئین کرام! یہ عبدالسلام صاحب غیر مقلد کا سفید جھوٹ، احناف سے عداوت، بدظنی بلکہ ترک تقلید کا ثمرہ یعنی "انکار حدیث" کا نتیجہ ہے، اس لیے کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن نسائی میں سجدوں میں رفع یدین کرنے کی نہ صرف حدیث لائے ہیں بلکہ اس پر باب بھی باندھا ہے۔ چنانچہ نسائی شریف جلد ۱ میں امام نسائیؒ نے یوں باب قائم کیا ہے:

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ السَّجْدَةِ الْأُولَى بعده

اور یہ حدیث لائے ہیں:

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، «أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ كُلِّهِ» يَعْنِي: رَفْعَ يَدَيْهِ۔

[سنن النسائی: حدیث ۱۱۴۳، كِتَابُ التَّطْبِيقِ، بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ السَّجْدَةِ الْأُولَى]

ترجمہ: محمد بن مثنی، معاذ بن ہشام، قتادہ، نصربن عاصم، مالک بن حویرث سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ جس وقت نماز میں جاتے پھر روایت اسی طریقہ سے بیان فرمائی البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جس وقت رکوع فرماتے تو اس طریقہ سے عمل فرماتے اور جس وقت سجدہ سے سر اٹھاتے اس طریقہ سے عمل فرماتے (دونوں ہاتھ) اٹھاتے تھے۔

اس حدیث میں رکوع کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر ہے۔

اسی طرح ایک باب اور قائم کیا ہے:

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ تِلْقَاءَ الْوَجْه

اور پھر یہ حدیث ذکر کی ہے:

أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُوسَى الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ كَثِيرٍ أَبُو سَهْلٍ الْأَزْدِيُّ، قَالَ: صَلَّى إِلَى جَنْبِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ طَاوُسٍ بِمِنًى فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ، فَكَانَ «إِذَا سَجَدَ السَّجْدَةَ الْأُولَى فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنْهَا، رَفَعَ يَدَيْهِ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ» فَأَنْكَرْتُ أَنَا ذَلِكَ، فَقُلْتُ لِوُهَيْبِ بْنِ خَالِدٍ: إِنَّ هَذَا يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَ أَحَدًا يَصْنَعُهُ، فَقَالَ لَهُ وُهَيْبٌ: تَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ نَرَ أَحَدًا يَصْنَعُهُ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ طَاوُسٍ: رَأَيْتُ أَبِي يَصْنَعُهُ، وَقَالَ أَبِي: رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَصْنَعُهُ، وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ.

[سنن النسائی:١١٤٦، كِتَابُ التَّطْبِيقِ، بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ تِلْقَاءَ الْوَجْهِ]

ترجمہ: موسی بن عبداللہ بن موسیٰ بصری، نضربن کثیر، ابوسہل ازدی نے فرمایا کہ میرے نزدیک حضرت عبداللہ بن طاؤس نے مقام منیٰ میں مسجد خفیف کے اندر نماز ادا کی تو جس وقت انہوں نے پہلے سجدہ سے سر اٹھایا تو دونوں ہاتھ چہرہ کے سامنے کئے میں نے اس کا انکار کیا اور حضرت وہیب بن خالد سے کہا کہ یہ شخص وہ کام کرتا ہے کہ ہم نے جو کام کسی شخص کو کرتے نہیں دیکھا ہے حضرت عبداللہ بن طاؤس نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد کو اس طرح کرتے دیکھا ہے اور وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس کو اس طرح سے کرتے دیکھا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے تھے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث میں دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنے کا ذکر ہے۔اور شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اپنی فتح الباری میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

عن مالك بن الحويرث رأى النبي صلى الله عليه وسلم رفع يديه في صلاته إذا ركع، وإذا رفع رأسه من ركوعه وإذا سجد، وإذا رفع رأسه من سجوده حتى يحاذي بهما فروع أذنيه

ترجمہ: حضرت مالک بن حویرثؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نماز میں رکوع کے وقت دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا اور اسی طرح رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور اسی طرح سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت آپ اپنا دونوں ہاتھ اٹھا کر کانوں تک لے جاتے"

[فتح الباری: جلد ۲، صفحہ ۲۲۳]

غیر مقلدین کے محدث اور رہبر اعظم کی گواہی:

قارئین کرام! سجدوں میں جاتے وقت کا رفع یدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ۱۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔چنانچہ جماعت غیر مقلدین کے رہبر اعظم اور مستند شدہ محقق و محدث علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"" کبھی کبھار آپ سجدہ میں جاتے وقت بھی رفع الیدین بھی کرتے۔"

اور اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

یہ رفع یدین دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے مروی ہے اور سلف کی ایک جماعت اس کے مسنون ہونے کی قائل ہے جن میں سے ابن عمر، ابن عباس، حسن بصری، طاوس، عبداللہ ابن طاووس، نافع مولی ابن عمر، سالم ابن عبداللہ بن عمر، قاسم بن محمد، عبداللہ بن دینار، اور عطاء ہیں۔عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ نے اسے مسنون بتایا ہے۔ اور امام مالک اور شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے۔رحمہم اللہ تعالیٰ جمیعا"

[صفۃ صلاۃ النبی (مترجم) علامہ ناصر الدین البانی، صفحہ ۲۰۴]

جب سجدوں کا رفع یدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ ساتھ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ غیر مقلدین کے تصدیق شدہ محقق کی تصریح کے ساتھ ثابت ہے تو پھر غیر مقلد عبدالسلام صاحب کا یہ کہنا کہ "سجدوں میں رفع یدین کرنے کی ایک بھی روایت ثابت نہیں" ، کھلم کھلا انکار حدیث نہیں تو اور کیا ہے؟

نوٹ: واضح رہے یہ وہی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جن سے غیر مقلدین اپنی رفع یدین کی حدیث روایت کرتے ہیں۔

اب سجدوں سے سر اٹھاتے وقت کے رفع یدین کا ثبوت بھی علامہ البانیؒ سے ملاحظہ ہو:

قارئین! غیر مقلدین کے رہبر اعظم علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدوں سے سر اٹھاتے وقت والے رفع یدین کو نہ صرف ثابت مانتے ہیں بلکہ اسے صحیح بھی کہتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:
" آپ اس جگہ کبھی کبھار "اللہ اکبر" کہتے وقت رفع یدین بھی کرتے۔"

اس کے حاشیہ میں رقم طراز ہیں:""امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اس مقام پر اور اسی طرح نماز میں ہر اس مقام پر رفع یدین کے قائل ہیں جہاں "اللہ اکبر" کہا جائے، چنانچہ امام ابن قیم "البدائع ج ۴ / ۸۹" میں فرماتے ہیں کہ:

امام اثرم امام احمد سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے رفع یدین کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا " نماز میں ہر حرکت پر رفع یدین کرنا چاہئے"۔امام اثرم فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو نماز کے اندر ہر حرکت پر رفع یدین کرتے دیکھا۔نیز ایک سطر کے بعد دوسری سطر میں لکھا ہے: اور اس مقام پر رفع یدین کرنا انس ابن مالک، ابن عمر، نافع، طاؤس، حسن بصری، ابن سیرین اور ایوب سختیانی رضی اللہ عنہم و رحمہم اللہ سے صحیح اسانید سے مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۱۰۶) میں مروی ہے"۔

[صفۃ صلاۃ النبی (مترجم) علامہ ناصر الدین البانی، صفحہ ۲۱۵]

یہاں علامہ البانیؒ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت انس ابن مالک وحضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سجدوں سے سر اٹھاتے وقت کا رفع یدین صحیح سند سے ثابت کیا ہے۔لہٰذا غیر مقلد عبدالسلام صاحب بُھٹوی کا سجدوں

میں جاتے وقت اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا انکار کرنا انکے جاہل اور منکر حدیث ہونے کا واضح ثبوت ہے۔اللہ پاک جہالت اور کذب بیانی سے ہماری حفاظت فرمائے۔(آمین)

خاکپائے علمائے دیوبند

حافظ محمود احمد عرف عبدالباری محمود

☆☆☆

احمد رضا خان کی تعریف میں علمائے دیوبند کی طرف منسوب جعلی حوالوں کی تحقیق

مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

کہتے ہیں علمائے اہل سنت دیوبند نے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب کی مدح سرائی کی تھی۔اس طرح کی تحریریں اور حوالہ جات آپ کی نظروں سے بھی گزرے ہوں گے۔ذیل کی تحریر میں مولانا ساجد خان نقشبندی دامت برکاتہم نے ان حوالہ جات کا پوسٹ مارٹم کیا ہے۔(مدیر)

ابن ماسٹر شفیع اوکاڑوی علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے حوالہ جات پر ایک نظر:

"مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کچھ عرصہ ستلج کاٹن ملز سے ملحقہ ہائی سکول میں معلوم اسلامیات کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔۔۔مولوی صاحب آپ کو کیا تنخواہ ملتی ہے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ نوے روپے آپ نے فرمایا صرف نوے روپے ؟ آپ کی تنخواہ چار سو روپیہ ہونی چاہئے مولانا یہ سن کر خوش تو ہوئے لیکن گہری سوچ میں ڈوب گئے کہ یہ تو بڑی بات ہے تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحبؒ نے دریافت کیا کہ کبھی کراچی بھی گئے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں حضور کراچی جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا آپ نے فرمایا کہ برخوردار کراچی جانا چاہئے کچھ دنوں کے بعد بعض دوستوں کی دعوت پر بعزم کراچی روانہ ہو گئے وہاں پر ان کو ایک ماہ تک رکنا پڑا اور کئی تقریبات میں شمولیت کی بالآخر میمن مسجد کے خطیب منتخب ہو گئے اور ان کی ماہوار تنخواہ حضرت صاحبؒ کے ارشاد عالیہ کے مطابق چار سو روپیہ مقرر ہوئی"۔

(معدن کرم ،ص۲۴۷،غیر تحریف شدہ ایڈیشن کرمانوالہ بک شاپ)

اگر رضاخانی حضرات ماسٹر امین اوکاڑوی کہہ سکتے ہیں تو اس حوالے کی رو سے ہمارا ماسٹر شفیع اوکاڑوی کہنے پر بھی ان کو ناراض نہیں ہونا چاہئے ویسے غور فرمائیں جب تک ماسٹر شفیع صاحب معمولی نعت خواں تھے تو نوے روپے ماہوار اور جیسے ہی علمائے اہل سنت کے خلاف خطیب و مصنف بن کر محاذ کھولا تو چار سو روپے ماہوار اس صورت حال میں کسی

پیٹ پرست مولوی کا دماغ خراب ہے جو اس اختلاف کو ختم کرنے کا تصور بھی دل میں لائے۔ان شفیع اوکاڑوی صاحب کو آج کل ان کے فرزند مولانا کوکب نورانی صاحب پریس و میڈیا کے زور پر "مجدد مسلک اہل سنت " ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں بیٹے کی طرف سے باپ کو دئے گئے اس لقب کا جو آپریشن بریلوی مفتی اعظم مفتی اقتدار خان نعیمی ابن مفتی احمد یار گجراتی نے "حرمت سیاہ خضاب ،ص۷،۶مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات " پر کیا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔بہرحال مولانا کوکب نورانی نے عنوان دیا :

اعلی حضرت بریلوی کے بارے میں علمائے دیوبند کے تاثرات (فہرست)

"اعلی حضرت۔۔۔کی دینی استقامت ،عشق رسول (ﷺ) فقہی مرتبہ اور علمی عظمت و کمال کیلئے ذرا علمائے دیوبند ہی کی رائے ملاحظہ کیجئے "۔

(سفید و سیاہ ،ص۱۱۲،ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

پھر اس عنوان کے بعد دوسرے نمبر پر حوالہ ابو الاعلی مودودی صاحب کا دیا اور انہیں علمائے دیوبند کے کھاتے میں ڈال دیا اگر یہی حرکت کوئی سنی مسلمان عالم دین کرتا تو رضا خانیوں کی طرف سے لعن طعن کی صرف صغیر صرف کبیر شروع ہو جاتی مگر یہاں چونکہ معاملہ اپنا ہے اس لئے لکڑ ہضم پتھر ہضم۔

خان صاحب کی توثیق پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ:

مولانا کوکب نورانی صاحب نے جناب نواب احمد رضا خان صاحب کے بارے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا کہ احمد رضا خان صاحب عاشق رسولﷺ تھے اس نے اگر ہماری تکفیر کی تو عشق رسالت کی بناء پر کی کسی اور غرض سے نہیں کی۔

(سفید و سیاہ ملخصا ،ص۱۱۲)

اس کے ثبوت کیلئے حوالہ مولوی اوکاڑوی نے مولانا کوثر نیازی مودودی آف پیپلز پارٹی اور چٹان لاہور ۲۳اپریل ۱۹۶۲کا دیا چٹان کا یہ حوالہ عبد الحکیم اختر شاہ جہاں پوری نے اعلی حضرت کا فقہی مقام ،ص۱۱۰پر بھی نقل کیا۔

اس قسم کے بناوٹی حکایات پر علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اب آپ غور فرمائیں مولانا کوثر نیازی کے اس بیان میں کیا ذرہ صداقت ہو سکتی ہے ؟ مولانا تھانوی کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مولانا احمد رضا خان نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کے تین مختلف مقامات سے عبارت

لیکر ایک کفریہ عبارت بنائی اور اس پر کفر کے فتوے حاصل کئے کیا یہ بددیانتی بھی مولانا احمد رضا خان صاحب نے عشق رسول کے جذبے میں کی تھی ؟ پھر حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے جب المہند میں بات کھول دی اور اس پر حضرت مولانا تھانوی نے بھی دستخط فرما دئے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا تھانوی کی مولانا احمد رضا خان کے اس دجل و فریب پر نظر نہ تھی۔سو ایسی حکایات جو ان حضرات کے نام سے لوگوں نے بنا رکھی ہیں ہر گز لائق اعتبار نہیں جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے نام سے وضع کی گئی ہوں یا شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے نام سے ،ان میں ذرا بھی صداقت نہیں ہے مولانا احمد رضا خان نے علمائے دیوبند کے بارے میں جو حرکت شنیعہ کی وہ بددیانتی پر مبنی تھی اور علمائے دیوبند بھی اس میں کسی خوش فہمی میں نہ تھے "۔

(مطالعہ بریلویت ،ج۵،ص۸۴)

احمد رضاخان صاحب کے عقائد باطل تھے مولانا تھانویؒ:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"پچھلے دنوں ایک خط احمد رضا خان صاحب کے مرید کا آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ میں پچیس سال سے مولوی احمد رضا خان صاحب سے مرید تھا اب ان عقائد باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور حضرت سے بیعت کی درخواست کرتا ہوں میں نے جواب لکھ دیا کہ تعجیل مناسب نہیں ☆"۔

(ملفوظات حکیم الامت ،ج۷،ص۱۳)

اس ارشاد میں حضرت تھانویؒ نے تسلیم فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے عقائد باطلہ تھے عقائد حقہ نہ تھے ورنہ آپ اس شخص کو لکھ بھیجتے کہ خدا کا خوف کرو احمد رضا خان جیسے عاشق رسول ﷺ کے عقائد کو باطل کہتے ہو آپ کا اس پر نکیر نہ کرنا اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہے کہ احمد رضا خان باطل عقائد کا حامل تھا۔باقی یہ جو کہا کہ تعجیل مناسب نہیں یہ اس لئے تھا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت کو مریدوں ہی کی طلب اور پیاس رہتی ہے گویا آپ اسی انتظار میں بیٹھے ہیں۔اس لئے کہا کہ پہلے استقامت دکھاؤ اس کے بعد بیعت کر لوں گا۔

☆ یہ اللہ والوں کی شان ہے کہ مرید کو تسلی کا موقع فراہم کرتے ہیں، یہ اس لیے کہ مقصد اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانا نہیں، بلکہ ان کو اللہ سے ملانا ہوتا ہے۔(مدیر)

بریلوی اور حضرت تھانویؒ:

حضرت حکیم الامتؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ :

"یہ اہل بدعت اکثر بد فہم ہوتے ہیں بوجہ ظلمت بدعت کے۔۔۔علوم و حقائق سے کورے ہوتے ہیں۔۔۔ویسے ہی لغویات ہانکتے رہتے ہیں جس کے سر نہ پیر۔۔۔مثلاً حضور اکرم ﷺ کو علم غیب محیط ہے اور یہ کہ حضور کا مماثل پیدا کرنے کی اللہ تعالی کو قدرت نہیں۔۔۔اس قسم کے ان کے عقائد ہیں اور اب تو اکثر بدعتی شریر بلکہ فاسق فاجر ہیں"۔

(ملفوظات ،ج۷،ص۲۳)

اور یہ عقائد مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بھی ہیں تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو مولانا احمد رضا خان بریلوی کو علم سے کورا لغویات ہانکنے والا ،فاسق و فاجر شخص ہے۔

حضرت تھانویؒ کی طرف سے خان صاحب کے اشعار پر فتوی:

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے سامنے خان صاحب کے یہ اشعار پیش ہوئے :

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

کیونکہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

(حدائق بخشش ،ج۱،ص۱،مدینہ پبلشنگ کراچی)

حضرت تھانو یؒ نے ان اشعار پر یہ فتوی دیا :

" اس صورت میں اس شعر کا بنانے والا مشرک اور خارج از اسلام سمجھے جانے کے قابل ہے۔دوسرے شعر میں لفظ مالک خدا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس صورت میں شعر کا مطلب صاف لفظوں میں یہ ہوا کہ حضرت شیخ محبوب الٰہی ہیں اور محبوب و محب میں کوئی فرق نہیں ہوتا لہذا حضرت شیخ بھی معاذ اللہ خدا ہوئے اور میں تو خواہ کچھ ہی خدا ہی کہوں گا اس اصرار علی الشرک کی وجہ سے بھی اسی فتوے کے مستوجب ہیں جو شعر اول کے متعلق دیا جا چکا ہے اور کسی تاویل سے یہ حکم بدل نہیں سکتا اس لئے کہ یہ الفاظ بالکل صاف ہیں"۔

(امداد الفتاوی ،ج۶،ص۷۷,۷۶،مطبوعہ دارالعلوم کراچی)

کیا اس واضح فتوے کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت تھانویؒ نے احمد رضا خان کو عاشق رسول ﷺ تسلیم کیا ؟ حضرت ہے کہ حضرت تھانویؒ کے تیس جلدوں پر مشتمل ملفوظات بتیس جلدوں پر خطبات ہزار سے زائد تصنیفات میں تو کہیں بھی ایسی کوئی بات نہیں ملتی مگر ان کی وفات کے بعد نامعلوم مریدوں کے خطوط بریلویوں کو موصول ہونا شروع ہو جاتے ہیں کہ حضرت تھانویؒ مولانا احمد رضا خان صاحب کو معاذ اللہ عاشق رسول ﷺ مانتے ہیں۔

مولانا کوثر نیازی آف پیپلز پارٹی کی حقیقت:

یہ جعلی حکایات بنانے والے مولانا کوثر نیازی بریلوی کے بارے میں راقم الحروف سے محقق اہل سنت حضرت مفتی نجیب اللہ صاحب عمر مدظلہ العالی نے بیان فرمایا کہ حکیم محمود احمد برکاتی صاحب مرحوم سے جب ایک نشست میں کوثر نیازی صاحب کا تذکرہ چل پڑا تو واللہ تاللہ باللہ حکیم صاحب (جن کا تعلق خیر آبادی سلسلے سے ہے) نے مجھ سے بیان فرمایا کہ وزارت کے دوران کوثر نیازی نے کراچی میں ایک کمرے کا مکان کرایہ پر لیا ہوا تھا جہاں شراب کباب اور مجرے کا دور چلتا اور زنا ہوتا۔العیاذ باللہ مولانا کوثر نیازی کٹر بریلوی رضاخانی تھے

اس قسم کے حوالوں کی بنیاد پر رضاخانی عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ مولوی کوثر نیازی دیوبندی تھا حالانکہ اس اصول کے تحت نیازی کا کٹر رضاخانی اور بریلوی ہونا ثابت ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی تھی رضاخانی نیازی کو اپنے مجلسوں میں بطور مہمان خصوصی بلایا کرتے تھے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے ایک اجلاس میں وہ یوں خطاب کرتے ہیں:

"مولانا کوثر نیازی نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے اپنی تقریر کا آغاز اس جملے سے کیا کہ عاشق رسول وہی شخص ہو سکتا ہے جو ناموس رسالت پر مر مٹنا جانتا ہو۔انہوں نے کہا کہ امام احمد رضا ایک سچے عاشق رسول تھے۔ان کا سرمایہ حیات عشق رسول تھا اور وہ زندگی بھر لوگوں کو حب رسول کا سبق دیتے رہے۔ مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ امام خمینی کا فتوی شاتم رسول رشدی پر کل کی بات ہے لیکن امام احمد رضا نے اب سے ۸۰ ،۷۰ سال قبل گستاخانِ رسول پر جو فتوی دیا تھا وہ ہم سب کیلئے قابل مطالعہ ہے۔ مولانا کوثر نیازی نے برملا اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ اعلی حضرت شاہ احمد رضا خاں کی تصانیف جوں جوں میرے مطالعہ میں آ رہی ہیں توں توں ان کی عظمت و بزرگی ،جلالت علمی ،بحر ذکاوت ،دانائی تقوی کا احسان بڑھتا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دو قومی نظریہ کے سلسلہ میں امام احمد رضا مقتداء ہیں اور علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح مقتدی ہیں۔انہوں نے اعلی حضرت کے مشہور زمانہ سلام مصطفی جان رحمت پر لاکھوں سلام کو اردو زبان کا قصیدہ بردہ شریف قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ سلام آفاقی ہے۔جس کی نظری نہیں ملتی۔

مولانا نے مزید کہا کہ امام احمد رضا پر جو شدت کا بہتان لگایا جاتا ہے اور جس کی دہائی دی جاتی ہے وہ ان کا عشق رسول ہے "۔

(تاریخ و کارکردگی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ص۷۰۔۷۱۔از ڈاکٹر مجید اللہ قادری بریلوی۔مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۵)

سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب حوالہ:

مولانا کوکب اوکاڑوی سید سلیمان ندوی کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اس احقر نے جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی مرحوم کی چند کتابیں دیکھیں تو میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں حیران تھا کہ یہ واقعی مولانا بریلوی صاحب مرحوم کی ہیں جن کے متعلق کل تک یہ سنا تھا کہ وہ صرف اہل بدعت کے ترجمان ہیں اور صرف چند فروعی مسائل تک محدود ہیں مگر آج پتہ چلا کہ نہیں ہرگز نہیں یہ اہل بدعت کے نقیب نہیں بلکہ یہ تو عالم اسلام کے اسکالر اور شاہ کار نظر آتے ہیں جس قدر مولانا (احمد رضا) مرحوم کی تحریروں میں گہرائی پائی جاتی ہے اس قدر گہرائی تو میرے استاد مکرم جناب مولانا شبلی نعمانی صاحب اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور مولانا محمد الحسن صاحب دیوبندی اور حضرت مولانا شیخ التفسیر علامہ شبیر احمد عثانی کی کتابوں کے اندر بھی نہیں جس قدر مولانا بریلوی کی تحریروں میں ہے۔(ماہنامہ ندوہ اگست ،ص۱۷،اگست ۱۹۱۳بحوالہ سفید و سیاہ ،ص۱۱۳,۱۱۲)

یہی حوالہ معارف رضا میں بحوالہ طمانچہ ص۳۵میں بھی دیا گیا اور وہاں حوالہ میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ "۔

(معارف رضا ،ص۲۵۳شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء)

مگر اوکاڑوی نے پنے ہاتھ کا کرتب دکھا کر "علیہ الرحمۃ "کو ایسے غائب کیا کہ اب دور بین لگانے پر بھی آپ کو نظر نہیں آئے گا۔اس تحریف کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۹۴۳ء میں ہوئی ۱۹۱۳کے ندوہ رسالہ میں اگر ان کی وفات کے ۳۰سال قبل ہی رسالے میں ان کے ساتھ "علیہ الرحمۃ" لکھنا ہی اس کے جھوٹ کا پول کھولنے کیلئے کافی ہے۔پھر اس ندوہ رسالے میں احمد رضا خان صاحب کو "مرحوم "لکھا گیا ہے حالانکہ خان صاحب کا انتقال ۱۹۲۱میں ہوا وفات سے ۸سال قبل ہی ان کو مرحوم لکھ دینا اس حوالے کا میڈ اِن بریلوی ہونے

کی چغلی کھا رہا ہے۔ پھر اگر خان صاحب کی کتب اتنی ہی اعلی پائے کی تھیں کہ ندوی مرحوم ان جلیل القدر علمائے دیوبند (علامہ تھانوی ، شیخ الہند و علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) پر ترجیح دے رہے ہیں تو ندوی مرحوم کی کسی ایک کتاب کا حوالہ دیں جس میں ندویؒ نے خان صاحب کی ان تحقیقات کا حوالہ دیا ہو یا ان سے استفادے کا کہا ہے۔ جھوٹ بولنے کیلئے بھی سلیقہ چاہیئے یہ حوالہ بالکل جعلی اور من گھڑت ہے۔

یہ جعلی حوالہ عبد الوہاب قادری کی صاعقۃ الرضا، ص۱۵۸ پر بھی دیا گیا ہے۔

(جاری ہے۔۔۔)

Stay In Touch!

http://Sarbakaf.blogspot.com

مروّجہ میلاد

مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

سوال... ہمارے ہاں یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ مروّجہ میلاد کیوں ناجائز ہے، حالانکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکار مقدس ہوتا ہے، پھر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے رسالہ ہفت مسئلہ میں اس کو جائز فرمایا ہے، جب کہ دیگر اکابر دیوبند مروّجہ میلاد کو بدعات اور مفاسد کی بنا پر اس کو بدعت کہتے ہیں، اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب سے بھی رجوع کیا گیا، مگر ان کے جواب سے بھی تشفی نہیں ہوئی۔

آنجناب سے اس مسئلے کی تنقیح کی درخواست ہے کہ صحیح صورتحال کیا ہے؟

جواب... محترمان و مکرمان بندہ! زیدت مکارہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

نامہ کرم موصول ہوا، یہ ناکارہ ازحد مصروف ہے، اور جس موضوع پر لکھنے کی اپنے فرمائش کی ہے اس پر صدیوں سے خامہ فرسائی ہورہی ہے، جدید فتنوں کو چھوڑ کر ایسے فرسودہ مسائل پر اپنی صلاحیتیں صرف کرنے سے دریغ ہے، اس لئے اس پر لکھنے کے لئے طبیعت کسی طرح آمادہ نہیں، خصوصاً جب یہ دیکھتا ہوں کہ حضرت مخدوم مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ العالی(جن کے علم و فضل اور صلاح و تقویٰ کی زکوۃ بھی اس ناکارہ کو مل جاتی تو بڑا غنی ہوجاتا) کی تحریر بھی شافی نہیں سمجھی گئی تو اس ناکارہ و ہیچ میرز کے بے ربط الفاظ سے کیا تسلی ہوگی؟ لیکن آپ حضرات کی فرمائش کا ٹالنا بھی مشکل، ناچار دوچار حروف لکھ رہا ہوں، اگر مفید ہوں تو مقام شکر، "ورنہ کالائے بد بریش خاوند۔"

مسئلے کی وضاحت کے لئے چند امور ملحوظ رکھئے!

اوّل:... اس میں تو نہ کوئی شک و شبہ ہے نہ اختلاف کی گنجائش کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکار مقدس اعلیٰ ترین مندوبات میں سے ہے، اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ "میلاد" کے نام سے جو محفلیں سجائی جاتی ہیں ان میں بہت سی باتیں ایسی ایجاد کرلی گئی ہیں جو حدود شرع سے متجاوز ہیں، یعنی مروجہ میلاد دو چیزوں کا مجموعہ ہے، ایک مستحب و

مندوب، یعنی تذکار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دوم وہ خلاف شرع خرافات جو اس کے ساتھ چسپاں کردی گئی ہیں اور جن کے بغیر میلاد کو میلاد ہی نہیں سمجھا جاتا، گویا ان کو "لازمۂ میلاد"کی حیثیت دے دی گئی ہے۔

دوم:... جو چیز اپنی اصل کے اعتبار سے مباح یا مندوب ہو، مگر عام طور سے اس کے ساتھ قبیح عوارض چسپاں کرلئے جاتے ہوں، اس کے بارے میں کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے؟ اس میں ذوق کا اختلاف ایک فطری چیز ہے، جس کی نظر نفس مندوب پر ہوگی اس کا ذوق یہ فیصلہ کرے گا کہ ان عوارض سے توبے شک احتراز کرنا چاہئے، مگر نفس مندوب کو کیوں چھوڑا جائے، بخلاف اس کے جس کی نظر عوام کے جذبات و رجحانات پر ہوگی اس کا فتویٰ یہ ہوگا کہ خواص تو ان عوارض سے بلاشبہ احتراز کریں گے، لیکن عوام کو ان عوارض سے روکنا کسی طرح ممکن نہیں، اس لئے عوام کو اس سیلاب سے بچانے کی یہی صورت ہے کہ ان کے سامنے بند باندھ دیا جائے، یہ دونوں ذوق اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، اور ان کے درمیان حقیقی اختلاف نہیں، کیونکہ جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ نفس مندوب کے قائل ہیں، خلاف شرع عوارض کے جواز کے وہ بھی قائل نہیں، اور جو عدم جواز کے قائل ہیں وہ بھی نفس مندوب کو ناجائز نہیں کہتے، البتہ خلاف شرع عوارض کی وجہ سے ناجائز کہتے ہیں۔

سوم:... اس ذوقی اختلاف کے رونما ہونے کے بعد لوگوں کے تین فریق ہوجاتے ہیں، ایک فریق تو ان بزرگوں کے قول و فعل کو سند بنا کر اپنی بدعات کے جواز پر استدلال کرتا ہے، دُوسرا فریق خود ان بزرگوں کو مبتدع قرار دے کر ان پر طعن و ملامت کرتا ہے، اور تیسرا فریق کتاب و سنت اور ائمہ مجتہدین کے ارشادات کو سند اور حجت سمجھتا ہے، اور ان کے بزرگوں کے قول و فعل کی ایسی توجیہ کرتا ہے کہ ان پر طعن و ملامت کی گنجائش نہ رہے، اور اگر بالفرض کوئی توجیہ سمجھ میں نہ آئے تب بھی یہ سمجھ کر کہ یہ بزرگ معصوم نہیں ہیں ان پر زبان طعن دراز کرنے کو جائز نہیں سمجھتا، پہلے دونوں مسلک افراط و تفریط کے ہیں اور تیسرا مسلک اعتدال کا ہے۔

ان امور کے بعد گزارش ہے کہ حضرت حاجی صاحب نوراللہ مرقدہ کے فعل سے اہل بدعت کا استدلال قطعاً غلط ہے، کیونکہ ہماری گفتگو "میلاد" کے ان طریقوں میں ہے جن کا تماشا دن رات اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔اس میلاد کو تو حضرت حاجی صاحبؒ بھی جائز نہیں کہتے، اور جس کو حاجی صاحبؒ جائز کہتے ہیں وہ اہل بدعت کے ہاں پایا نہیں جاتا، اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ "مسیح موعود" کا آنا مسلمان ہمیشہ مانتے آئے ہیں،اور

میں "مسیح موعود" ہوں لہٰذا قرآن و حدیث کی ساری پیشگوئیاں میرے حق میں ہیں، پس اگر مرزا قادیانی، قرآن و حدیث والا "مسیح موعود" نہیں، اور اس کا قرآن و حدیث کو اپنی ذات پر چسپاں کرنا غلط ہے تو ٹھیک اسی طرح اہل بدعت کے ہاں بھی حضرت حاجی صاحبؒ والا "میلاد" نہیں، اس لئے حضرتؒ کے قول و فعل کو اپنے "میلاد" پر چسپاں کرنا محض مغالطہ ہے۔

بہرحال صحیح اور اعتدال کا مسلک وہی ہے جو حضرات اکابر دیوبند نے اختیار کیا کہ نہ ہم مروجہ میلاد کو صحیح کہتے ہیں اور نہ ان اکابر کو مبتدع کہتے ہیں یہ تو مسئلے کی مختصر وضاحت تھی، آپ کے بارے میں میری مخلصانہ نصیحت یہ ہے کہ اپنی صلاحیتوں کو دین کی سربلندی اور اپنی اصلاح پر صرف کریں، تاکہ ہم آخرت میں خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخ رو ہوں، موجودہ دور میں حق طلبی کا جذبہ بہت کم رہ گیا ہے۔ جس شخص نے کوئی غلط بات ذہن میں بٹھالی ہے ہزار دلائل سے اسے سمجھاؤ اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں، بس آدمی کا مذاق یہ ہونا چاہئے کہ ایک بار حق کی وضاحت کرکے اپنے کام میں لگے، کوئی مانتا ہے یا نہیں مانتا؟ اس فکر میں نہ پڑے۔

حافظ و ظیفہٗ تو دُعا گفتن است و بس

دربند آں مباش کہ نہ شنید یا شنید☆

☆ آپ کے مسائل اور ان کا حل۔ مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ، تاریخ اشاعت غیر مذکور

جاری ہے زباں پر صفتِ شاہِ امم

عبدالرشید طلحہ نعمانی

اصنافِ سخن میں "نعت" وہ صنف ہے جس میں شاعر امید و بیم کی کیفیت میں ہوتا ہے۔ اللہ سے بات کرتے انسان بڑے بے جھجک انداز میں کچھ بھی کہہ جاتا ہے، البتہ جب بات نبی اکرم ﷺ کی مدح سرائی کی آتی ہے تو شاعر کانپ جاتا ہے۔ جناب جمشید جوہرؔ صاحب کا شعر ہے:

کسی کانٹوں بھری وادی کا سفر لگتا ہے   نعت پڑھتا ہوں تو یارو مجھے ڈر لگتا ہے

دوسری جانب نبی پاک کی مدح کے یہی اشعار شاعر اپنے لیے نجات کا ذریعہ بھی سمجھتا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں مضمون نگار نے نعت گوئی کی دنیا کا مختصر سفر کرایا ہے۔ (مدیر)

"نعت" ادب کی جملہ اصناف میں سب سے محترم و مکرم، محبوب و پاکیزہ اور تقدس مآب و عمدہ صنفِ سخن ہے، جو اپنی ابتدائے آفرینش ہی سے سرور دوعالم ﷺ کی مدح و تعریف اور ثناء و توصیف کے اظہار و ابلاغ کا اہم وسیلہ سمجھی جاتی ہے، یوں تو نعت کی ابتداء روز میثاق النبیین ہی سے ہو گئی تھی لیکن باضابطہ اس مقدس صنف کا آغاز بعثت رسول ﷺ کے بعد ہوا، تاریخ اسلام میں تین نعت گو اصحابِ رسول حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ "شعرائے رسول الثقلین" کے مہتم بالشان لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، ان حضرات کے علاوہ دوسرے صحابہ کرامؓ نے بھی مدحتِ سرکار ﷺ کے خوب صورت گل بوٹے کھلائے جن کی خوشبو مشامِ جان و ایمان کو معطر کر رہی ہیں اور کرتی رہے گی۔

غالباً "نعت" ہی وہ واحد صنف سخن ہے جس کے آغاز کا زمانہ بہت آسانی، وثوق اور وضاحت کے ساتھ متعین کیا جاسکتا ہے جس کی بے شمار فضیلتوں میں سے ایک اہم فضیلت یہ بھی ہے کہ آج تک کی محفوظ انسانی تاریخ میں بلکہ اظہار خیال کے سب سے بڑے ذرائع

کو ملا کر کسی بھی فرد واحد کی مدح میں اس انداز و مقدار میں نہیں لکھا اور بولا گیا جتنا ہمارے رسول عربی فداہ ابی و امی ﷺ کی شان میں لکھا اور بولا گیا ہے کہ ان کی تعریف دنیا کی تقریباً ہر اس زبان میں کی گئی ہے جس کے بولنے والوں میں مسلمان شامل ہیں اور اس صنف کو یہ اختصاص بھی حاصل ہے کہ بہت سے غیر مسلم شاعروں نے بھی نعت کی شکل میں آپ ﷺ سے عقیدت اور محبت کا والہانہ اظہار کیا ہے، عقیدت اور محبت کے اعتبار سے تو ان بے شمار نعت گو شعراء کی درجہ بندی اس لیے مناسب نہیں کہ یہ دلوں کا معاملہ ہے جس کا فیصلہ دماغ یا اعداد و شمار یا کسی اور پیمانے سے کیا ہی نہیں جاسکتا، البتہ طرز نگارش، پیرایۂ اظہار، مضمون آفرینی، جذبات کی شدت اور فنی مہارت وغیرہ ایسے شعبے ہیں جن کی بنیاد پر ہر دور میں کچھ مداحانِ رسول اایک خاص پہچان کے مالک بن گئے ہیں۔

تیرہویں صدی عیسوی میں ایک شاعر شرف الدین محمد بن سعید البوصیری پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی شاعری میں مدح نبوی ﷺ کے بہت اعلی نمونے پیش کئے، ۱۲۵۵ء میں وہ حج بیت اللہ اور روضۂ نبوی ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور واپس آکر انہوں نے جو نعتیہ نظمیں کہیں، ان میں ان کا قصیدہ بردہ نعت کی پوری تاریخ میں امتیازی مقام رکھتا ہے، شاعر بوصیری کے بعد بھی عربی زبان میں نعتیں کہی جاتی رہیں اور یہ نعتیں کہنے والوں میں صوفی ابن الفارض (۱۲۳۵ء) مورخ ابن خلدون (۱۴۰۶ء) اور شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۶۰ء) جیسے کچھ مشہور نام ہیں، لیکن مدح نبوی ﷺ میں بہت خوبصورت اضافہ چار پانچ صدیوں کے بعد مصر کے شاعر دربار احمد شوقی نے کیا جو علامہ اقبال کے ہم عصر تھے۔

نعت کی یہ روایت عرب سے چل کر پہلے ایران اور پھر ہندوستان میں پہنچی، ایران میں نعت کے موضوع پر بڑے بڑے باکمال شاعروں نے فارسی میں نظمیں کہیں، ان شعراء میں سنائی، خاقانی، نظامی، گنجوی، خواجہ فرید الدین عطار، مولانا جلال الدین رومی، شیخ سعدی شیرازی اور جامی جیسے بڑے بڑے نام شامل ہیں، بالخصوص ماضی قریب میں علماء دیوبند نے سرکار دوعالم ﷺ کی شانِ اقدس میں جو گلہائے عقیدت پیش کئے وہ تو تاریخ کا ایک روشن باب اور بلند مینارہ ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، اردو زبان میں نعت نگاری کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود اردو شاعری پرانی ہے، چناں چہ اس کے ابتدائی نمونے اردو شاعری کے اوئل زمانے میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔

اس صنف کو مسلسل اور باقاعدہ طور پر ذریعہ اظہار بنانے والے نامور مرحوم شاعروں میں محسن کاکوری، مولانا حالی، امیر مینائی، علامہ اقبال، حفیظ جالندھری، مولانا محمد علی جوہر اور جگر مرادآدی وغیرہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

محسن کاکوروی (متوفی ۱۹۰۵ء): محسن کاکوروی کا شمار ان سعادت مند، نیک بخت اور خوش قسمت شعراء میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی تمام تر شاعرانہ صلاحیتیں اور بصیرتیں نعتیہ ادب کے فروغ وارتقاء کے لیے وقف کردیں، فطری اعتبار سے آپ نیک متقی ،پرہیزگار اور پاکیزہ طبیعت کے حامل تھے، دل عشق رسول ﷺ سے مجلّٰی و محلّٰی تھا، اسی لیے ان کے قلم سے نکلا ہوا ہر شعر کیف و مستی اور سوز و گداز میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے، محسن نے زیادہ تر نعتیہ کلام قصیدے کے انداز میں قلم بند کیے، آپ کے یہاں دیگر شعراء کی طرح خیالات کی بے راہ روی نہیں ملتی، آپ نے محض سولہ سال کی عمر میں ایک شان دار نعتیہ قصیدہ لکھا جو خیالات کی پاکیزگی، جذبات کی صداقت، ندرت بیان اور تعظیم و محبت کے حدود میں قائم رہنے کی وجہ سے ایک شاہ کار قصیدہ سمجھا جاتا ہے، محسن کاکوروی کا قصیدہ "سراپائے رسول" بھی کافی مقبولیت رکھتا ہے، محسن نے قصائد کے علاوہ کئی مذہبی مثنویاں بھی لکھیں ان کے شعری سرمایہ کی تفصیل یہ ہے:

قصائد: ۱) گلدستۂ رحمت، ۲) ابیات نعت، ۳) مدیح خیر المرسلین، ۴) نظم دل افروز، ۵) انیس آخرت

مثنویات: ۱) صبح تجلی (۲) چراغ کعبہ (۳) شفاعت و نجات (۴) فغان محسن (۵) نگارستان الفت

محسن کی شعری کائنات، فکری پاکیزگی، بلند نگاہی، ندرت بیان اور نادر تشبیہات و استعارات، اور عمدہ ترکیب سازی کی وجہ سے ایک خصوصی اور انفرادی اہمیت کی حامل ہے، لیکن انھیں شہرت اپنے قصیدۂ لامیہ (سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل) کی وجہ سے ملی۔

"صبح تجلی" میں رسول اکرم ﷺ کی ولادت پاک کا ذکر جمیل بہت ہی حسین اور خوب صورت شاعرانہ انداز میں اس طرح کیا ہے:

بیضاوی صبح کا بیاں ہے
تفسیر کتاب آسماں ہے
سبزہ ہے کنارِ آب جو پر
یا خضر ہے مستعد وضو پر

محسن کی ابتدائی شاعری دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اگر وہ زلف ورخسار، گل وبلبل اور جیب وگریباں کی شاعری کرتے تب بھی ان کا شمار اپنے دور کے اساتذۂ فن میں ہوتا مگر ان کے طالع بیدار نے انہیں محفل اقدس میں پہونچادیا اور نعتیہ شاعری میں انہیں وہ منفرد مقام حاصل ہوا کہ وہ شعراء کی صف اول ہی میں نہیں بلکہ صدر نشین پر آکر زبان حال سے گویا ہوئے

جگہ خالی کرو مداح آتا ہے محمد کا

محمد علی جوہر (متوفی ۱۹۳۱ء): دست قدرت نے مولانا محمد علی جوہر کو قیادت وسیادت، خوداعتمادی وخودداری اور مجاہدانہ کردار وحوصلہ مندانہ عزم واستقلال جیسے بیش بہا کمالات کے ساتھ ساتھ شاعری کی نعمت عظمی سے بھی سرفراز فرمایا، ان کی شاعری میں مرکزیت؛ جذبہ عشق ہی کے ذریعہ پیدا ہوئی، یہ عشق وطن کا، ملت اسلامیہ کا، اور آزادئ ہند کا عشق ہے۔۔۔ غیر مشروط اور ہر طرح کے تحفظات سے مبرا۔۔۔۔۔۔ لیکن یہ مشاہدۂ حق کی وہ گفتگو ہے جو بادہ وساغر کی پیرایۂ رنگین میں بیان ہوئی اور اس میں سرشاری اور سرمستی کی والہانہ اور بے تابانہ کیفیت ہے، یوں تو اس میں جیب وداماں کی شکایت بھی ہے اور زلف پریشاں اور ابرومژگاں کی حکایت بھی؛ لیکن وحشی کو جس ناقہ لیلی کی تلاش ہے اس کا راز غزل کو پوری فضا کو نظر میں رکھنے سے کھلتا ہے ان غزلوں میں اکثروبیشتر اشعار لخت لخت نہیں بلکہ ان میں ایک مسلسل کیفیت ہے، نہ صرف روانی، تسلسل، بہاؤ اور جذباتی ترفع کی بلکہ اس معنیاتی فضاء کی بھی جس کی شیرازہ بندی مولانا کے تصور ملی اور جذبہ حریت سے ہوئی ہے، ان غزلوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے ان کی مجموعی فضا اور قومی وسیاسی محرکات کو نظر میں رکھنا بہت ضروری ہے، یہ قومی عاشقانہ کیفیت اتنی عام ہے کہ محمد علی جوہر کی غزلوں کو کہیں سے بھی دیکھئے ان میں حدیث قوم ووطن کو سردلبراں کے پیرایے میں بیان کرنے کا یہی دلنواز اور لطیف انداز ملے گا، ان سب کے ساتھ ساتھ جوہر کی نعتیہ شاعری بھی ایک امتیازی شان رکھتی ہے، ان کی نعت خوانی کے منفرد انداز کی اس طرح تعریف وستائش کی گئی کہ جوہر کی نعتیہ شاعری جملہ نعتیہ شاعروں کے لیے ایک ماڈل اور معیار کے مترادف بن گئی، مولانا نادریابادیؒ اس سلسلے میں یوں رقم طراز ہیں:

''نعت گو شعراء اردو میں کثرت سے ہوچکے ہیں اور بعض کو شہرت عام، سند امتیاز بھی دے چکی ہے، مثلاً محسن کاکوروی، آسی غازیپوری لیکن ان حضرات نے عموما مناقب کے صرف خارجہ پہلوؤں پر قناعت کی ہے، اوران کو بھی کثرت تکرار نے کسی قدر بے لطف بنادیا ہے، رخ انور کی تابانی، گیسوئے اقدس کی سیاہی، ابروئے مبارک کی کجی وغیرہ گنتی کے چند بندھے ہوئے مضامین ہیں کہ

انہی کو الٹ پھیر کر یہ حضرات ہمیشہ باندھتے رہتے ہیں☆، جوہر کی شاعری چوں کہ رسمی اور تقلیدی نہیں، اس لیے انہوں نے اس باب میں بھی اپنے لیے نئی راہ کا انتخاب کیا یعنی بجائے خارجیت کے داخلیت کو اپنا موضوع بنایا اور بجائے آثار وشمائل کی نقاشی کے جذبات وواردات کی ترجمانی کی، محمد علی کا اصل موضوع حسن کی رعنائی، جمال کی زیبائی نہیں بلکہ وہ دل کی چوٹ، عشق کی تڑپ ، جذبات کے سوز کو سامنے رکھ دیتے ہیں اور یہی ان کے کلام کی تاثیر کا راز ہے:

ہر آن تسلی ہے ہر لحظہ تشفی ہے ہر وقت ہے دلجوئی ہر دم ہیں مداراتیں

معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں

بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں، بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

(مکتوب سلیمانی جلد اول ص:۱۸۶)

علامہ اقبال (متوفی ۱۹۳۸ء): شاعر مشرق علامہ اقبال جہاں ایک معروف مصنف، مشہور سیاست داں اور عظیم صوفی تھے وہیں ایک متصلب موحد، متفکر رہنما اور سچے عاشق رسول بھی تھے۔ اقبال کو حضور ﷺ سے جو والہانہ عشق ومحبت تھی اس کا اظہار اردو اور فارسی کی متعدد نظموں سے ہوتا ہے۔ اقبال کی انفرادیت ہے کہ انہوں نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں مدح رسول ﷺ کو ایک نئے اسلوب اور نئے آہنگ کے ساتھ اختیار کیا، اقبال کی طبیعت میں سوزو گداز اور حب رسول اس قدر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ جب کبھی آپ کے سامنے ذکر رسول ہوتا تو آپ بے کل وبے تاب ہو جاتے اور دیر تک روتے رہتے، "روز گار فقیر" میں سید وحید الدین لکھتے ہیں:

" اقبال کی شاعری کا خلاصہ: جوہر اور لب لباب عشق رسول اور اطاعت رسول ہے، ان کے قلب وجگر کو عشق رسول نے گداز کرر کھا تھا، زندگی کے آخری زمانے میں یہ کیفیت اس انتہاء کو پہنچ گئی تھی کہ بہ وقت ذکرِ رسول ہچکی بندھ جاتی، آواز بھرا جاتی اور وہ کئی کئی منٹ سکوت اختیار کر لیتے؛ تاکہ اپنے جذبات پر قابو پا سکیں۔"

☆ظاہر ہے نبی اقدس ﷺ کی مدح سرائی کسی بھی انداز میں کی جائے، مدح سرا قابلِ مبارک باد ہی ٹھہرتا ہے۔ لیکن یہ جملے شعری معنویت اور فنکاری، خیالات میں ندرت کے ناپید ہونے کے تعلق سے کہے گئے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیں، کہ صنفِ سخن نعت کے شعر کو بطورِ "شعر" لے کر اصلاح کی غرض سے کہے گئے ہیں، ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غزلیں اور دیگر اصنافِ سخن پر محنت ہو اور نعت کے اشعار معیار وندرتِ خیال کو روتے رہیں۔ (مدیر)

یہ عشق نبوی کا ہی فیض تھا کہ یورپ میں ایک طویل عرصہ گزارنے کے باوجود اقبال، دین محمدی سے منحرف نہ ہوئے اور نہ ان کے مشرقی اقدار وافکار میں ذرہ برابر تبدیلی واقع ہوئی؛ اس لئے جب وہ وہاں سے لوٹے تو اسی طرح عشق رسول سے سرشار تھے اور زبان حال سے کہہ رہے تھے:

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے مری آنکھ کا خاک مدینہ ونجف ☆

اردو زبان میں بھی اقبال کے کئی ایک اشعار وہ ہیں جنہیں رسول اکرم ا کی مدح سرائی اور ثناء خوانی کا شرف حاصل ہے مثلاً:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

☆

قوت عشق سے ہرپست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کردے

☆

ہونہ ہو یہ پھول توبلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہوتوپھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہوتم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے

☆ اسی کلام کا شعر آپ اس "سربکف" کے سرورق پر دیکھ سکتے ہیں۔ کوئی بھی معیاری شعر، جس میں لفظ "سربکف" آیا ہو، آپ بطورِ اشاعت (شاعر کے نام کے ساتھ) روانہ کرسکتے ہیں جسے سرورق اور کتاب کے تیسرے صفحے پر جگہ دی جائے گی، ان شاء اللہ۔ (مدیر)

نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

☆

وہ دانائے سبل ختم الرسل ،مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادئی سینا

نگاہِ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسں وہی طٰہ

خلاصہ یہ کہ عشق رسول اقبال کی رگ رگ میں سرایت تھا، جہاں بھی ہوتے مدح رسول سے خود کو قوت و توانائی بخشتے ۔

محترم حکیم احمد شجاع جو علامہ اقبال کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتے تھے، انھوں نے ایک ایسا واقعہ سنایا جس سے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اقبال حضور علیہ السلام کی ذات اقدس سے کس درجے والہانہ محبت اور بے پناہ عشق رکھتے تھے ، یہ واقعہ دیکھنے اور پڑھنے میں بہت مختصر ہے مگر حقیقت میں عشق و محبت کا دفتر بے پایاں ہے۔

ایک روز حکیم صاحب موصوف علامہ کے مکان پر پہنچے تو علامہ کو بہت زیادہ فکر مند، مغموم اور بے چین پایا، حکیم صاحب نے گھبرا کر دریافت کیا خیریت تو ہے ؟ آپ آج خلاف معمول بہت زیادہ مضطرب اور پریشان نظر آتے ہیں، علامہ نے خاص انداز میں نظریں اوپر اٹھائیں اور غم انگیز لہجے میں فرمایا:

"احمد شجاع یہ سوچ کر میں اکثر مضطرب اور پریشان ہو جاتا ہوں کہ کہیں میری عمر رسول اللہ کی عمر سے زیادہ نہ ہو جائے۔"

واضح رہے کہ علامہ مرحوم کی تاریخ پیدائش ۹/ نومبر ۱۸۷۷ء ہے اس حساب سے ۱۹۳۸ء میں انتقال کے وقت اس عاشق رسول کی عمر رسول اکرم کے سن مبارک سے دو سال کم تھی یعنی ۶۱ تھی گویا اللہ تعالیٰ نے علامہ کی اس تمنا اور دعا کو قبول فرمالیا۔

رسول اللہ ﷺ سے علامہ اقبالؒ کی بے انتہاوارفتگی اور بے پایاں عشق کا احساس ان کے صاف وشفاف کلام کے ہر پیرایہ سے جھلکتا نظر آتا ہے، ان کا ایک قطعہ تو ایسے کمال عشق کا مظہر ہے کہ جس کی مثال خال خال ہی مل سکتی ہے، بہ روزِ محشر نبی کریم اکا مقام عظمت اور اپنی کم مائیگی وانکساری شاید اس سے بہتر الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہای من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہ مصطفی پنہاں بگیر

الغرض علامہ اقبالؒ جس عشق و سرمستی کی بات کرتے ہیں یہ سرشاری اور سرمستی آفتاب مصطفوی کے انوار و تجلیات کی ایک کرن ہے جب تک اس کا سوز انسان میں ہے اسی وقت تک اسے حقیقی زندگی میسر ہے،یہی وہ قوت ہے جس سے یقین وایمان میں پختگی آتی ہے، افکار واقدار کا تحفظ ہوتا ہے اور ایک مومن، اتباع وانقیاد کی صفت سے آراستہ وپیراستہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبالؒ کی زندگی اور ان کی شاعری محبت رسول کے جذبے سے مملوٗ معمور ہے،ذات محمدی تک رسائی کو ہی وہ سراپا دین وایمان قرار دیتے ہیں ،اس کے علاوہ سب کچھ ان کی نظروں میں بولہبی اور بے دینی ہے:

بہ مصطفی بہ رساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اونہ رسیدی تمام بولہبی است

جگر مرادآبادی:(متوفی ۱۹۶۰ء): بیسویں صدی کے نصف اول میں غزل کی زلفیں سنوار کر ''رئیس المتغزلین'' اور ''شہنشاہ غزل'' کا خطاب پانے والے اردو کے معروف شاعر جگر مرادآبادی بھی ان نیک بخت، خوش قسمت اور قابل قدر شعراء میں ایک ہیں؛ جنھوں نے اردو غزل کی تمام صالح روایات کو جذب کر کے انہیں ایک لطیف تبسم، حسین آہنگ اور دلکش رمز عطا کیا خاص کر سرکار دوعالم اکی تعریف وتوصیف میں جگر نے جو کچھ کہا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ جگر مرادآبادی، ایک پاکیزہ شخصیت، ایک حساس دل اور ایک دردمند نگاہ رکھتے تھے، اردو زبان کے مشہور ادیب اور مفکر رشید احمد صدیقی مرحوم بیان کرتے ہیں کہ حالت خمار میں بھی جگر کے منہ سے کوئی ناشائستہ بات اور قابل گرفت جملہ نہ نکلتا،وہ شراب کے نشے میں بڑے رکھ رکھاؤ کے قائل تھے،جب نشہ زیادہ

گہرا ہو جاتا تو چپ چاپ ایک طرف ہو جاتے اور کسی سے کلام نہ کرتے، ایسے حال میں کوئی دین یا علماء دین کے خلاف کوئی بات کرتا تو حال سے بے حال ہو جاتے اور بدمستی کا پورا زور اس پر صرف کر دیتے، اس طرح کے بہت سے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جگر صاحب میں حب دین کا جذبہ بہت غالب تھا، ان کی دین دوستی کی شہادت علامہ سید سلیمان ندوی جیسے بلند پایہ محقق نے دی ہے۔

قیام پاکستان سے پہلے کا واقعہ ہے کہ اجمیر میں نعتیہ مشاعرہ تھا، فہرست بنانے والوں کے سامنے یہ مشکل تھی کہ جگر مرادآبادی کو اس مشاعرے میں کیسے بلایا جائے، وہ کھلے رند تھے اور نعتیہ مشاعرے میں ان کی شرکت ممکن نہیں تھی، اگر فہرست میں ان جیسے بڑے شاعر کا نام نہ رکھا جائے تو پھر مشاعرہ ہی کیا ہو؟ منتظمین کے درمیان سخت اختلاف پیدا ہو گیا، کچھ ان کے حق میں تھے اور کچھ خلاف۔

آخر کار بہت کچھ سوچنے کے بعد منتظمین مشاعرہ نے فیصلہ کیا کہ جگر صاحب کو مدعو کیا جانا چاہئے، یہ اتنا جرات مندانہ فیصلہ تھا کہ جگر صاحب کی عظمت کا اس سے بڑا اعتراف نہیں ہو سکتا تھا، جگر کو مدعو کیا گیا تو وہ سر سے پاؤں تک کانپ گئے "میں رند، سیہ کار، بدبخت اور نعتیہ مشاعرہ! نہیں صاحب نہیں"۔ اب منتظمین کے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ جگر صاحب کو تیار کیسے کیا جائے، ان کی تو آنکھوں سے آنسو اور ہونٹوں سے انکار رواں تھا، نعتیہ شاعر حمید صدیقی نے انہیں آمادہ کرنا چاہا، ان کے مربی نواب علی حسن طاہر نے کوشش کی لیکن وہ کسی صورت تیار نہیں ہوتے تھے، بالآخر اصغر گونڈوی نے ان کے حکماً شرکت کو کہا تو وہ خاموش ہو گئے اور بات مان لی سرہانے بوتل رکھی تھی، اسے کہیں چھپا دیا، دوستوں سے کہہ دیا کہ کوئی ان کے سامنے شراب کا نام تک نہ لے، دل پر کوئی خنجر سے لکیر سی کھینچتا تھا، وہ بے ساختہ شراب کی طرف دوڑتے تھے مگر پھر رک جاتے تھے، مجھے نعت لکھنی ہے شراب کا ایک قطرہ بھی حلق سے اترا تو کس زبان سے اپنے آقا علیہ السلام کی مدح لکھوں گا، یہ موقع ملا ہے تو مجھے اسے کھونا نہیں چاہئے، شاید یہ میری بخشش کا آغاز ہو، شاید اسی بہانے میری اصلاح ہو جائے، شاید مجھ پر اس کملی والے کا کرم ہو جائے ☆، شاید خدا کو مجھ پر ترس آ جائے۔۔۔ ایک دن گزرا، دو دن گزر گئے، وہ سخت اذیت میں تھے، نعت کا مضمون سوچتے تھے، اور غزل کہنے لگتے تھے، سوچتے رہے لکھتے رہے، کاٹتے رہے، لکھے ہوئے کو کاٹ کاٹ کر تھکتے رہے، آخر ایک دن نعت کا مطلع تیار ہو گیا، پھر ایک شعر ہوا پھر تو جیسے بارش انوار ہو گئی، نعت مکمل ہوئی تو انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا، مشاعرے کے لیے اس طرح روانہ ہوئے جیسے حج کو جا رہے ہوں، کونین کی دولت ان کے

☆ ہو سکتا ہے یہ واقعی جگر صاحب کے الفاظ رہے ہوں، کہ اس زمانے میں (اور اب بھی) نبی پاک ﷺ کے تعلق سے ایسے جملے کہے جاتے تھے۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مضمون نگار کے اپنے الفاظ ہوں، بہر حال، اس کی اچھی تاویل کی جا سکتی ہے۔ (مدیر)

پاس ہو، جیسے آج انہیں شہرت کی سدرۃ المنتہی تک پہنچنا ہو، انہوں نے کئی دن سے شراب نہیں پی تھی، لیکن حلق خشک نہیں تھا، ادھر تو یہ حال تھا دوسری طرف مشاعرہ گاہ کے باہر اور شہر کے چوراہوں پر احتجاجی پوسٹر لگ گئے تھے کہ ایک شرابی سے نعت کیوں پڑھوائی جارہی ہے، لوگ بپھرے ہوئے تھے، اندیشہ تھا کہ جگر صاحب کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے یہ خطرہ بھی تھا کہ لوگ اسٹیشن پر جمع ہو کر نعرے بازی نہ کریں، ان حالات کو دیکھتے ہوئے منتظمین نے جگر کی آمد کو خفیہ رکھا تھا، وہ کئی دن پہلے اجمیر پہنچ چکے تھے جب کہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ مشاعرہ والے دن آئیں گے، جگر اپنے خلاف ہونے والی ان کارروائیوں کو خود دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے آخر مشاعرے کی رات آگئی، جگر کو بڑی حفاظت کے ساتھ مشاعرے میں پہنچادیا گیا" رئیس المتغزلین حضرت جگر مرادآبادی" اس اعلان کے ساتھ ہی ایک شور بلند ہوا، جگر نے بڑے تحمل کے ساتھ مجمع کی طرف دیکھا۔۔۔ آپ لوگ اپنی نفرت کا نشانہ کسے بنارہے ہیں؟ مجھے یا خدانخواستہ اس نعت کو جس کے پڑھنے کی سعادت مجھے ملنے والی ہے اور آپ سننے کی سعادت سے محروم ہونا چاہتے ہیں" مجمع کو جیسے سانپ سونگھ گیا، بس یہی وہ وقفہ تھا جب جگر کے ٹوٹے ہوئے دل سے یہ صدا نکلی۔۔۔

اک رند ہے اور مدحت سلطان مدینہ
ہاں! کوئی نظر رحمتِ سلطان مدینہ

جو جہاں تھا ساکت ہو گیا، یہ معلوم ہوتا تھا جیسے ان کی زبان سے شعر ادا ہو رہا ہے اور قبولیت کا پروانہ عطا ہو رہا ہے، نعت کیا تھی گناہگار کے دل سے نکلی ہوئی آہ تھی، خواہش پناہ تھی، آنسوؤں کی سبیل تھی، بخشش کا خزینہ تھی، وہ خود رو رہے تھے اور سب کو رلا رہے تھے، دل نرم ہو گئے، اختلاف ختم ہو گئے، رحمت عالم کا قصیدہ تھا، بھلا غصے کی کھیتی کیوں کر ہری رہتی؟ یہ نعت اس شخص نے کہی نہیں تھی، اس سے کہلوائی گئی تھی مشاعرے کے بعد سب کی زبان پر یہی بات تھی، اس نعت کے چند اشعار یوں ہیں:

دامان نظر تنگ و فراوانی جلوہ
اے طلعت حق طلعت سلطان مدینہ
اے خاک مدینہ تری گلیوں کے تصدق
تو خلد ہے تو جنت سلطان مدینہ
اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروف عبادت

دیکھوں میں درِ دولت سلطان مدینہ
اک ننگ غم عشق بھی ہے منتظر دید
صدقے ترے اے صورت سلطان مدینہ
کونین کا غم یادِ خدا اور شفاعت
دولت ہے یہی دولت سلطان مدینہ
کچھ ہم کو نہیں کام جگراور کسی سے
کافی ہے بس ایک نسبت سلطان مدینہ

☆☆☆

سانحۂ پشاور

سید اسد معروف، پشاور ، پاکستان

۱۶ دسمبر —سانحۂ پشاور کو ایک سال گزر گیا-- مگر زخم اب بھی تازہ ہیں۔ سینکڑوں بچوں کی شہادت ! ! !

(ارسال کی گئی: ۱۷ دسمبر -مدیر)

گو دستِ گل چیں کو کاٹنے سے گلاب واپس نہ آ سکیں گے

مگر کچھ ایسے ہی فیصلوں سے ہم اپنا گلشن بچا سکیں گے

کسے پتہ تھا کہ یہ قیامت بھی ٹوٹ پڑنی تھی اس نگر پہ

کسے خبر تھی کہ ننھی لاشوں کا بوجھ کندھے اٹھا سکیں گے

شعور کی سانس رک گئی تھی، دماغ ماؤف ہو گیا تھا

ہمیں تو یہ بھی گماں نہیں تھا، یہاں سے آگے بھی جاسکیں گے

ہمارے بچوں کو ہم سے بچھڑے گزر گیا ایک سال لیکن

جو ظلم پچھلے برس ہوا تھا ، نہ زندگی بھر بھلا سکیں گے

مِرے وطن کے محافظوں نے کئی کا انصاف کر دیا ہے

جو بچ گئے ہیں گرفت سے وہ زیادہ آگے نہ جا سکیں گے

نظر تلوار بن جائے، نفس جھنکار ہو جائے

جگرؔ مراد آبادی

یہ مصرع کاش نقش ہر در و دیوار ہو جائے
جسے جینا ہو مرنے کے لیے تیار ہو جائے
وہی مے خوار ہے جو اس طرح مے خوار ہو جائے
کہ شیشہ توڑ دے اور بے پیے سرشار ہو جائے
ہر اک بے کار سی ہستی بروئے کار ہو جائے
جنوں کی روح خوابیدہ اگر بیدار ہو جائے
سنا ہے حشر میں ہر آنکھ اسے بے پردہ دیکھے گی
مجھے ڈر ہے نہ توہین جمال یار ہو جائے
معاذ اللہ اس کی واردات غم معاذ اللہ
چمن جس کا وطن ہو اور چمن بے زار ہو جائے
یہی ہے زندگی تو زندگی سے خودکشی اچھی
کہ انساں عالم انسانیت پر بار ہو جائے
اک ایسی شان پیدا کر کہ باطل تھرتھرا اٹھے
نظر تلوار بن جائے نفس جھنکار ہو جائے
یہ روز و شب یہ صبح و شام یہ بستی یہ ویرانہ
سبھی بیدار ہیں انساں اگر بیدار ہو جائے

تصوف و سلوک

قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ

جبریلؑ نے پوچھا احسان کی حقیقت بتایئے؟ رسول ﷺ نے فرمایا: احسان کی حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو (تو کم از کم) اتنا یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے۔ (صحیح مسلم، جلد اول: حدیث نمبر ۹۶)

حُسنِ ادب اور اُس کی اہمیت

(دوسری اور آخری قسط)

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

علماء، مشائخ اور بزرگوں کی عزت و تکریم معمولی عمل نہیں ہے۔ آج کل عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ جس نے دو لفظ پڑھ لیے وہ گویا 'میں' ہو کر رہ گیا۔ ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ قرآن کی جو تشریح میں کر سکتا ہوں، وہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ (اور درست بھی ہے، جو تشریح ۱۴۰۰ سال میں کسی صحابی اور تابعی، کسی ولی اور بزرگ نے نہیں کی...وہ تشریح صرف یہی لوگ کر سکتے ہیں، اور کوئی نہیں کر سکتا)
دلوں کو شفقت بھرے انداز میں جھنجھوڑتی تحریر، جو ہمیں یاد دلاتی ہے کہ

ع ادب پہلا قرینہ ہے عبادت کے قرینوں میں (مدیر)

(۳) سفیان بن عینیہ اور فضل بن عیاض دونوں بزرگ حسین جعفی کے شاگرد تھے ان میں سے ایک نے حسین کا ہاتھ دوسرے نے پاؤں چوما۔(آداب شرعیہ ۲/ ۲۷۲)

(۴) امام احمد نے داؤد بن عمر کی رکاب تھامی تھی۔

(۵) خلف احمر کا بیان ہے کہ امام احمد میرے پاس ابو عوانہ کی مرویات سننے کے لیے آئے میں نے بہت کوشش کی کہ ان کو بلند جگہ پر بیٹھاؤں مگر انھوں نے فرمایا کہ میں تو آپ کے سامنے ہی (شاگردوں کی جگہ پر) بیٹھوں گا ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم جس سے علم حاصل کریں اس کے لیے تواضع کریں۔(آداب شرعیہ ۲/ ۲۵)

(۶) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ کسی صحابی کے پاس حدیث کا پتہ چلتا تو میں خود اُن کے دروازہ پر حاضر ہوتا تھا وہ اگر سوئے ہوتے تو میں باہر ہی اپنی چادر سر تلے رکھ کر پڑجاتا اور دھول پھانکتا رہتا جب وہ برآمد ہوتے اور فرماتے

کیسے تشریف لائے آپ نے آدمی بھیج کر بلوا کیوں نہیں لیا تو میں کہتا میں ہی اس کا حقدار ہوں کہ حاضری دوں۔ (آداب شرعیہ ۲/۲۷)

(۷) حضرت ابراہیم نخعی نے حماد بن ابی سلیمان (استاذ امام ابوحنیفہ) کو ایک دن بازار گوشت لانے کے لیے بھیجا راستہ میں اتفاق سے ان کے والد مل گئے جو سواری پر چلے آرہے تھے۔حماد کے ہاتھ میں زنبیل دیکھ کر انھوں نے ان کو بہت ڈانٹا اور زنبیل چھین کر پھینک دی لیکن جب نخعی کے انتقال کے بعد طالبین حدیث حماد کے دروازہ پر حاضر ہوئے اور دستک دی تو حماد کے والد ہی ہاتھ میں شمع لے کر آئے طلبہ نے کہا ہم آپ کے پاس نہیں آئے بلکہ آپ کے صاحبزادے کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں ، وہ اُلٹے پائوں اندر واپس آئے او رحماد سے کہا بیٹا تم اورلوگوں کے پاس جائو، میں سمجھ گیا، زنبیل ہی نے تم کو یہاں تک پہنچایا۔(مقدمۃ نصب الرایہ ۳۴)

(۸) حماد بن سلیمان کی ہمشیرہ عاتکہ کہتی ہیں کہ امام ابوحنیفہ ہمارے گھر کی روئی دُھنتے تھے ہمارا دودھ اور ترکاری خریدتے تھے، اور اسی طرح کے اور بہت سے کام کرتے تھے اس واقعہ کو نقل کرکے علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ طالب علمی میں اسلاف اس طرح خدمت گزاری کرتے تھے اور اسی سے انہوں نے علم کی برکت پائی۔(تقدمہ ۳۴)

(۹) خلال نے روایت کی ہے کہ امام احمد ایک بار حضرت وکیع کی خدمت میں آئے اس وقت ان کے پاس علمائے کوفہ کی ایک جماعت حاضر تھی۔امام احمد ادباً وتواضعاً وکیع کے سامنے بیٹھ گئے ،لوگوں نے کہا کہ شیخ تو آپ کی بہت عزت کرتے ہیں،امام احمد نے فرمایا کہ وہ میری عزت کرتے ہیں تو مجھ کو بھی توان کی تعظیم واحترام لازم ہے۔ (آداب ۲/۴)

(۱۰) امام ابو عبید فرماتے ہیں کہ میں کبھی کسی محدث کے دروازہ پرحاضر ہواتو اطلاع بھجواکر داخلہ کی اجازت نہیں منگائی بلکہ بیٹھا انتظار کرتا رہا تاآنکہ وہ خود برآمدہوئے۔میں نے ہمیشہ قرآن پاک کی اس آیت سے جوادب مستفاد ہے اس پر نظر رکھی ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرالھم یعنی کاش وہ لوگ صبر کرتے تاآنکہ آپ باہر نکلتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا۔(آدابِ شرعیہ ۲/۴)

(۱۱) صاحبِ ھدایہ فرماتے ہیں کہ بخارا کے ایک بہت بڑے امام اپنے حلقۂ درس میں درس دے رہے تھے مگر اثناء درس میں کبھی کبھی کھڑے ہوجاتے تھے جب اسکا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میرے استاذ کا لڑکا گلی میں بچوں کے

ساتھ کھیل رہا ہے کھیلتے کھیلتے وہ کبھی مسجد کے دروازے کے پاس بھی چلا آتا ہے تو میں اُس کیلیے بقصدِ تعظیم کھڑا ہوجاتا ہوں۔(تعلیم المتعلم/۷)

(۱۲) قاضی فخرالدین ارسابندی مرو میں رئیس الائمہ تھے ،بادشاہ وقت بھی ان کا بے حد احترام کرتے تھے وہ فرماتے تھے کہ میں نے یہ منصب صرف استاذ کی خدمت کے طفیل میں پایا ہے علاوہ اور خدمتوں کے تیس برس تک میں اپنے اُستاد قاضی ابو زید دبوسی کا کھانا پکایا کرتا تھا اور کبھی اس میں سے کھاتانہ تھا۔

(۱۳) خلیفہ ہارون رشید نے اپنے لڑکے کو علم وادب کی تعلیم کے لیے امام اصمعی کے سپرد کردیا تھا ،ایک دن اتفاقاً ہارون وہاں جاپہنچے دیکھا کہ اصمعی اپنے پاؤں دھورہے ہیں اور شہزادہ پاؤں پر پانی ڈال رہا ہے،ہارون نے بڑی برہمی سے فرمایا کہ میں نے تواس کو آپ کے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ اس کو ادب سکھائیں گے ،آپ نے شہزادوں کو یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ ایک ہاتھ سے پانی گرائے اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پیر دھوئے۔

اُستاذ کے ساتھ عقیدت :

(۱۴) حضرت مرزاجانِ جاناں نے علم حدیث کی سند حضرت حاجی محمد افضل صاحب سے حاصل کی تھی، مرزا صاحب کا بیان ہے کہ تحصیل علم سے فراغت پانے کے بعد حضرت حاجی صاحب نے اپنی کلاہ جو پندرہ برس تک آپ کے عمامہ کے نیچے رہ چکی تھی مجھے عنایت فرمائی۔میں نے رات کے وقت گرم پانی میں وہ ٹوپی بھگو دی ، صبح کے وقت وہ پانی املتاس کے شربت سے بھی زیادہ سیاہ ہوگیا تھا میں اس کو پی گیا، اس پانی کی برکت سے میرا دماغ ایسا روشن اور ذہن ایسا رسا ہوگیا کہ کوئی مشکل کتاب مشکل نہ رہی۔(مقاماتِ مظہری ۲۹)

بات چیت میں تمیز اورادب کی تعلیم :

(۱۵) سلطان نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ ہمارے پیر حضرت فرید گنج شکر رحمہ اللہ کے پاس "عَوَارِفُ المُعَارِفْ" کا جو نسخہ تھا اُس کا خط باریک تھا اور غلط بھی بہت تھا۔شیخ جب اُس کو سامنے رکھ کر بیان فرماتے تو جگہ جگہ کچھ غور کرنا اور رُکنا پڑتا تھا۔مجھے یاد آیا کہ شیخ کے بھائی نجیب الدین متوکل کے پاس عوارف کا بہت عمدہ و صحیح نسخہ موجود ہے لہٰذا میں نے اس کو شیخ سے کہا ،شیخ کو یہ بات گراں گزری ،چند دفعہ فرمایا کہ جی ہاں اس فقیر کو غلط نسخہ کی تصحیح کی لیاقت نہیں ہے۔پہلے تو میں نہیں سمجھا لیکن جب میری سمجھ میں آیا کہ میری نسبت یہ فرمارہے ہیں تو میں کھڑا ہوگیااوراپنے سر سے ٹوپی اُتارکر اپنا سر شیخ کے قدموں میں ڈال دیا اور عرض کیا کہ معاذاللہ میری یہ غرض نہیں

تھی بلکہ میں نے وہ نسخہ دیکھا تھا یاد آگیا ،آپ سے عرض کیا لیکن میری معذرت کچھ مؤثر نہیں ہوئی۔ شیخ کے بشرہ سے ناخوشی کا اثر بالکل پہلے جیسا ظاہر ہوتا تھا، میں سخت حیرانی وپریشانی کی حالت میں مجلس سے باہر آیا ، اُس دن جو غم مجھ کو تھا وہ کسی کونہ ہو، جی چاہتا تھا کہ کنویں میں گر کے جان دے دُوں، میرے اس اضطراب کی خبر شیخ کے صاحبزادہ مولانا شہاب الدین کو ہوئی ،وہ مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے انھوں نے میرا حال بہت اچھے انداز میں شیخ سے بیان کیا اُس وقت شیخ خوش ہوئے اور مجھ کو بُلا کر بڑی شفقت ومہربانی کا اظہار فرمایا اور ارشاد کیا کہ:"یہ سب میں نے تمہاری حالت کے کمال کے لیے کیاتھا کہ پیر مشاطۂ مرید ہے"۔اس کے بعد شیخ نے اپنی خاص پوشاک سے مجھ کو سرفراز فرمایا۔(اخبار الاخیار / ۶۹)

(۱۶) امام احمد کے پاس حضرت عبداللہ بن مبارک کے مولی (آزاد کردہ غلام)آئے،توامام نے ان کی طرف تکیہ بڑھادیا اور ان کی بڑی عزت کی ،امام کا معمول تھا کہ کوئی قابلِ عزت آدمی آتا تو اپنا تکیہ (یا مسند) اُس کی طرف بڑھا دیتے تھے۔ایک بار ابوہمام آپ کے پاس سواری پر آئے تو امام نے رکاب تھام لی (آداب شرعیہ ۱/ ۴۷۰)

(۱۷) ایک بار حضرت وکیع ، امام سفیان ثوری کے لیے تعظیماً کھڑے ہوئے توانھوں نے اعتراض کیا، حضرت وکیع نے فرمایا کہ آپ ہی نے یہ حدیث نبوی مجھے سنائی ہے "ان من اجلال اللہ اجلال ذی الشیبۃ المسلم" امام سفیان خاموش ہو گئے اور وکیع کا ہاتھ پکڑ کر اُن کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔(الاداب الشرعیہ ۱/۴۶۸)

(۱۸) محدث کبیر امام ابوزرعہ نہ کسی کے لیے کھڑے ہوتے نہ کسی کو اپنے مسند پر بٹھاتے تھے مگر محدث ابن وارہ کے لیے یہ دونوں کام کرتے تھے۔(الاداب الشرعیہ ۱/۴۶۸)

(۱۹) سلیمان بن عبدالملک امیرا لمؤمنین جب حج کو گئے تو اپنے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر عطاء ابن ابی رباح کی خدمت میں مسائل پوچھنے کے لیے حاضر ہوئے۔حضرت عطاء اُس وقت نماز پڑھ رہے تھے ، سلیمان بیٹھے انتظار کرتے رہے ،جب عطاء فارغ ہوئے تو انھوں نے سلیمان کی طرف رُخ بھی نہیں کیا۔سلیمان اسی طرح مناسکِ حج پوچھتے رہے جب پوچھ چکے تو اپنے بیٹوں سے کہا اُٹھو چلو، پھر کہا بیٹو! علم حاصل کرنے میں سستی نہ کرو، میں اس حبشی غلام کے سامنے اپنے ذلیل ہونے کو نہیں بھول سکتا۔(صفوۃ الصفوۃ ۲ /۱۱۹)

(۲۰) سعیدبن مسلم کہتے ہیں کہ جلالت وعظمت میں علم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ابن داب انساب و اخبار کے حافظ تھے اور خلیفہ ہادی کے ندیم، مگر اس کے ساتھ یا اس کے سامنے کھانا نہیں کھاتے تھے۔سبب پوچھا گیا تو کہا کہ

میں ایسی جگہ کھانا نہیں کھاتا جہاں ہاتھ نہ دھوسکوں۔خلفاء وملوک کے سامنے ہاتھ دھونا دربار کے آداب کے خلاف تھا۔ہادی کو معلوم ہوا تو اُس نے ان کو اپنے سامنے ہاتھ دھونے کی اجازت دی ،چنانچہ اور سب لوگ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد باہر جا کر ہاتھ دھوتے تھے اور ابن داب ہادی کے سامنے ہاتھ دھویا کرتے تھے۔(معجم الادباء ۱۶/۱۵۵)

(۲۱) حاکم خراسان عبداللہ بن طاہر کے صاحبزادے طاہر اپنے باپ کی زندگی میں حج کو آئے تو اسحاق بن ابراہیم نے اپنے گھر پر علمائے مکہ کو مدعو کیا تاکہ طاہر اِن سے مل لے اور اِن سے کچھ پڑھے۔اس دعوت کو اور سب لوگوں نے تو قبول کیا اور ہر قسم کے اہلِ علم شریک مجلس ہوئے مگر ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ "العلم یقصد" یعنی علم کے پاس خود آناچاہیے۔اسحاق اس جواب پر خفاہوگیااور عبداللہ بن طاہر کی طرف سے ابوعبید کو دوہزار درہم ماہانہ وظیفہ ملتا تھا اُس کو بند کردیا ،اور ابو عبید کے جواب کی اطلاع ابن طاہر کے پاس بھیج دی۔ابن طاہر کو جب یہ اطلاع پہنچی تو اس نے اسحاق کولکھ بھیجا کہ ابوعبید نے بالکل سچی بات کہی ہے اور آج سے میں‌ان کا وظیفہ دوچند کرتا ہوں ،تم اس پر عمل کرو اور اُن کا بقایا ادا کرو۔(معجم الادباء ۱۶/۲۶۱)

تذکرۃ السامع کی ایک فصل کا خلاصہ :

قاضی القضاۃ امام بدرالدین بن جماعۃ نے تعلیم وتعلم کے آداب اور اُستادوشاگرد کے باہمی برتائو کے باب میں ایک نہایت جامع اورنفیس کتاب لکھی ہے۔اس کے تیسرے باب کی دوسری فصل کا عنوان یہ ہے الفصل الثانی فی آداب مع شیخہ وقدوتہ ومایجب علیہ من عظیم حرمتہ۔(دوسری فصل استاذومقتداکے ساتھ ادب،اوراس احترام عظیم کے بیان میں جو شاگردپرواجب ہے) یہاں پر ہم اسی فصل کے مضامین کاخلاصہ پیش کرنا چاہتے ہیں :

(1) لازم ہے کہ شاگرد اپنے جملہ اُمور میں اپنے اُستاد کا مطیع ومنقادرہے ، اس کی رائے وتدبیر سے باہر نہ ہو، جس طرح بیمار حکیم حاذق کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسی طرح اپنے کو اس کے ہاتھ میں دیدے ،جس بات کا قصد کرے اس میں مشورہ کرے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے، اس کے احترام میں مبالغہ اور اس کی خدمت کو قربِ خداوندی کا موجب جانے اور یقین کرے کہ استاد کے سامنے ذلیل ہونا عزت ہے ،اس کے لیے جھکنا فخر ہے اوراس کے لیے تواضع سربلندی۔امام شافعی کو کسی نے ملامت کی کہ علماء کے لیے اس قدر کیوں تواضع کرتے ہیں؟تو فرمایا :

اھین لھم نفسی فھم یکرمونہا

ولن تکرم النفس التی لا تھینھا

یعنی میں اپنے کواُن کے آگے ذلیل کرتا ہوں تووہ میری عزت افزائی کرتے ہیں اور جس نفس کو تو ذلیل نہ کرے اُس کی عزت نہیں ہو سکتی۔

حضرت ابن عباس نے باوجود اپنی بزرگی ومرتبہ کے (کہ خاندان نبوت میں سے تھے اور رسول خداﷺ کے چچا زاد بھائی) حضرت زید بن ثابت انصاری کی رکاب اپنے ہاتھ سے تھامی اور فرمایا کہ ہم کو اپنے علماء کے ساتھ ایسا ہی برتائو کرنے کا حکم ملا ہے۔حضرت امام احمد (باوجود اپنی دینی وعلمی عظمت وامامت کے)جب خلف احمر لغوی کی مجلس میں جاتے تو فرماتے کہ میں آپ کے سامنے ہی بیٹھوں گا (یعنی شاگردوں کی طرح بیٹھوں گا،برابر نہیں بیٹھ سکتا)ہم کو یہی حکم ہے کہ جس سے علم سیکھیں اس کے لیے تواضع کریں۔

(۲) اپنے اُستاذ کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھے اوراُس کے کمال کاپختہ اعتقاد رکھے۔سلف میں بعض حضرات یہ دعا کرتے تھے کہ خدا وندا !میرے اُستاذ کا عیب مجھ پر ظاہر نہ ہو کہ اس سے بے اعتقادی پیدا ہو کر میرے پاس سے اس کے علم کی برکت جاتی رہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں امام مالک کے سامنے ورق بھی بہت آہستہ اُلٹتا تھا کہ اس کی آواز اُن کو سنائی نہ دے۔ امام ربیع فرماتے ہیں کہ امام شافعی کی نظر کے سامنے مجھ کو کبھی پانی پینے کی جرأت نہ ہوئی۔

خلیفہ مہدی کا کوئی لڑکا قاضی شریک کے پاس آیا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔پھر اُس نے ایک حدیث پوچھی ، شریک نے کچھ توجہ نہیں کی ، اُس نے پھر پوچھا، انھوںنے پھر توجہ نہیں کی ، تب اُس نے کہا آپ خلفاء کی اولاد (شہزادوں) کی بے حرمتی کرتے ہیں۔شریک نے فرمایا کہ ہاں مگر علم اللہ کے نزدیک اِس سے کہیں برتر ہے کہ میں اس کو برباد کروں۔

اپنے استاذکو دور سے نہ پکارے، اور یا سیدی، یا اُستاذی اور ایھا العالم ، ایھا الحافظ کہہ کے پکارے ،عربی میں جمع کا صیغہ ماتقولون اور مارأیکم اختیار کرے۔اس کی غیبوبت میں بھی تعظیمی القاب کے ساتھ اُس کا ذکر کرے، تنہا نام نہ لے۔

(۳) اُس کا حق پہچانے اور کبھی اس کا احسان نہ بھولے ،امام شعبہ کا ارشاد ہے کہ میں ایک حدیث بھی کسی سے سن لیتا ہوں تو اُس کی زندگی بھر کے لیے اُس کا غلام بن جاتاہوں۔ تعظیم اُستاد میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی اُس کی غیبت کرے تو تم تردید کرو، اوراستاد کی حمایت کرو اور اگر یہ نہ کرسکو تو اس مجلس سے اُٹھ جاؤ

وینبغی ان یدعولہ مدۃ حیاتہ ویرعی ذریتہ واقاربہ واولادہ بعدوفاتہ ویتعمد زیارۃ قبرہ والاستغفار لہ والصدقۃ عنہ ویسلک فی السمت والھدی مسلکھم ویراعی فی العلم والدین عادتہ ویقتدی بحرکاتہ وسکناتہ فی عاداتہ وعباداتہ

یعنی شاگرد کو چاہیے کہ استاد کی زندگی بھر استاد کے لیے دعا کرے اورمرنے کے بعد اُس کی اولاد اوررشتہ داروں اور اُس کے دوستوں کا لحاظ کرے اور بالقصد اُس کی قبر کی زیارت، اُس کے لیے استغفاراور اُس کی طرف سے صدقہ کرے اوراس کے چال ڈھال کی پیروی کرے،علم ودین میں اُس کی عادات کا لحاظ ،اور خواہ عبادت ہو یا عادت ہر ایک میں اس کے حرکات وسکنات کی اقتدا کرے۔

جس طرح سے امام ابوداؤد امام احمد کے ، اور وہ وکیع کے ، اور وہ سفیان کے اوروہ منصور کے ، اور وہ ابراہیم نخعی کے اور وہ علقمہ کے، اور وہ حضرت ابن مسعود کے،اوروہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے، نشست وبرخاست میں رفتاروگفتار میں۔

(۴) اُستاد سے سخت مزاجی یا بد خلقی بھی صادر ہوتو صبر کرے ،اور اس کی وجہ سے اُس کے پاس آنے جانے میں یا عقیدت میں فرق نہ پڑنے پائے۔لازم ہے کہ اس کے فعل کی کوئی عمدہ تاویل کرے اوراس سختی وبدمزاجی کے موقع پر اپنے ہی کو قصوروار قراردے اور معذرت میں سبقت کرے اور اپنی حرکت سے توبہ واستغفار کرنا ظاہر کرے،اسی میں شاگرد کی دنیا وآخرت کا نفع ہے۔امام معافی بن عمران نے فرمایا کہ جو عالم پر خفا ہوتا ہے اُس کی مثال اُس شخص کی ہے جو جامع مسجد کے کھمبوں پر خفاہو۔

ابن عینیہ سے کسی نے کہا کہ یہ طالب علم لوگ اتنی دُور دُور سے آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ اِن پر خفا ہوتے ہیں کہیں وہ آپ کو چھوڑ کر چل نہ دیں۔ابن عینیہ نے کہا وہ تمہارے ہی جیسے احمق ہوں گے اگر میری بدخلقی کی وجہ سے اپنے نفع کی چیز چھوڑدیں۔

امام ابو یوسف نے فرمایاکہ انسان پر عالم کی مدارات واجب ہے یعنی اُس کی تندی وسختی کو اپنی نرمی سے دفع کرنا۔

(۵) اُستاد کوئی اچھی بات بتائے یا کسی بری بات پر تنبیہ کرے تو اُس کی شکر گزاری ضروری ہے اور جب وہ کوئی نکتہ بتائے تو تمہیں اگر پہلے سے وہ معلوم ہے جب بھی یہ ظاہر نہ کرو کہ یہ تو مجھ کو پہلے سے معلوم ہے۔

(۶) اُستاد کے دروازہ پر ا دب کے ساتھ آہستہ دستک دے۔پہلے ناخنوں سے دستک دے، نہ کام چلے تو انگلیوں سے، ہاں اگر دُور رہتا ہو تو بقدرِضرورت دستک کی آواز بڑھا سکتا ہے۔اُستاد کے پاس گیا اوروہاں کچھ لوگ اُس سے بات کررہے ہوں اور اُس کو دیکھ کر خاموش ہوگئے تو یہ جلدی سے اُٹھ کرچلاآئے الایہ کہ اُستادخود مزید ٹھہرنے کے لیے کہے۔اُستاد سورہا ہے تو اُس کو جگائے نہیں بلکہ انتظار کرے۔حضرت ابن عباس حضرت زید کے دروازہ پر بیٹھے اُن کا انتظار کرتے رہتے تھے، لوگ کہتے کہ جگادیا جائے تو فرماتے کہ نہیں ،حالانکہ کبھی کبھی دیر تک انتظار کرنے کی وجہ سے دھوپ کی تکلیف برداشت کرنا پڑتی۔

(۷) اُستاد کے سامنے نہایت ادب سے بیٹھے جس سے تواضع وخضوع اورسکون وخشوع مترشح ہوتا ہو ، اورہمہ تن اُس کی طرف متوجہ ہو، بلاضرورت دائیں بائیں اُوپر نیچے نہ دیکھے ،کوئی شورسن کر مضطرب نہ ہو جائے، اُستاد کے پاس بیٹھا ہواآستین نہ چڑھائے ،ہاتھ پیر سے نہ کھیلے، ڈاڑھی اورمنہ پر ہاتھ نہ رکھے ،ناک نہ کریدے،دانتوں پر ناخن سے نہ مارے، زمین پر ہاتھ نہ ٹیکے، اس پر لکیر نہ بنائے، انگلی نہ چٹخائے، گھنڈی یا بٹن سے نہ کھیلے، اُس کے سامنے کسی چیز سے ٹیک نہ لگائے، کسی چیز پر ہاتھ ٹیک کے نہ بیٹھے ، ہاتھ پر ٹیک لگائے پیچھے کو جھکا ہوا نہ رہے، اُس کی طرف پیٹھ یا پہلو نہ کرے، زیادہ بات نہ کرے، بے ضرورت کھنکھارے نہیں ، نہ تھوکے ، نہ بلغم نکالے، چھینکے تو منہ چھپا کے بہت آہستہ سے۔

طلبہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں :

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حقوقِ عالم کے باب میں جو نصیحتیں کی ہیں اُن میں ایک یہ ہے کہ عالم کو کوئی کام پیش آئے تو تم اُس کا کام کرنے کے لیے سب سے آگے بڑھو، اُس کی مجلس میں آہستہ آہستہ بات کرو، خدا کے واسطے اس کی توقیر کرو، اُس سے لغزش ہو جائے تو اُس کی معذرت قبول کرو۔

دوسرے بزرگوں نے فرمایا کہ اُستاد کے پہلو میں نہ بیٹھو ، وہ کہے تب بھی نہ بیٹھو مگر جب جانو کہ نہ بیٹھنے سے اُس کو صدمہ ہوگا تب مضائقہ نہیں ہے۔

(۸) اُس کے ساتھ بڑے ادب سے گفتگو کرے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے لِمَ؟ (کیوں) نہ کہے، اسی طرح لَانُسَلِّمُ (ہم نہیں مانتے) یا مَنۡ نَقَلَ هٰذَا (اس کو کس نے نقل کیا ہے) یا اَیۡنَ مَوۡضِعُہٗ (یہ کہاں لکھا ہے) یہ الفاظ نہ بولے۔ بعض سلف نے فرمایا کہ جو اپنے استاد سے لِمَ (یعنی یہ کیوں؟) کہے وہ کبھی فلاح نہ پائے گا، اُستاد سے بات کرنے میں اِس کا خیال رکھے کہ اس طرح کے الفاظ نہ آنے پائیں سمجھا؟ ہے نا؟ وغیرہ۔

(۹) جو بات تم کو معلوم ہے اُس کو بھی اُستاد کی زبان سے اس طرح سنو جیسے تمہیں معلوم نہ تھی اور اس کی طلب تھی اوراس پر خوشی کا اظہار کرو بلکہ اگر اس کو شروع کرنے کے بعد تم سے پوچھے کہ تم کو معلوم ہے تو یوں جواب دو کہ میں حضرت کی زبان سے اس کو سننا چاہتا ہوں یا جناب جو بات فرمادیں گے وہ زیادہ صحیح ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

(۱۰) اُستاد کو کوئی خط ،درخواست یا استفتاء وغیرہ تہ کیا ہوا نہ دے کہ اس کو کھولنے کی زحمت ہو، اسی طرح کتاب دے تو اُلٹی نہ دے ،کوئی خاص مقام دکھانا ہوتو وہ مقام نکال کردے اور جگہ بتادے۔اُستاد کوئی چیز دیتا ہو تو اس طرح نہ لے کہ خود اُستاد کو ہاتھ بڑھانا یا کھسکنا پڑے۔اسی طرح کوئی چیز اس سے لینے کے لیے کھسک کر نہ جائے بلکہ کھڑے ہوکراور اپنے پیر یا ہاتھ وغیرہ سے اُستاد کے کپڑوں کو نہ دبائے ، قلم دے تو روشنائی میں ڈبو کر ، دوات سامنے رکھے تو کھول کر ، اُستاد کے سامنے خود مصلیٰ پر نہ بیٹھے ،اُستاد مجلس سے کھڑا ہوتو فوراً اُس کا جوتا پیش کرے یا سیدھا کرے، یا کسی اعانت کا محتاج ہوتو اُس اعانت کے لیے شاگردوں کو مبادرت کرنی چاہیے۔

(۱۱) اُستاد کے ساتھ رات کو آگے اوردن کو پیچھے چلے، مگر جب کہ اس کے خلاف میں کوئی دوسری مصلحت ہو تو خلاف میں مضائقہ نہیں۔نامعلوم مقامات میں،جیسے کیچڑ کی جگہ ، ناپدان ، نالی وغیرہ کے پاس خود آگے بڑھ جائے۔آگے چلے تو ہر تھوڑی دیر کے بعد مڑ کر اُستاد کو دیکھ لے، اُستاد کی رائے غلط بھی ہوتو یہ نہ کہے کہ غلط ہے یا یہ رائے ٹھیک نہیں ہے بلکہ اِس طرح کہے کہ مجھ کو یوں کرنے میں مصلحت معلوم ہوتی ہے۔(تذکرۃ السامع والمتکلم از ۸۷ تا ۱۱۲)

الآداب الشرعیہ ۲/۱۷۹ میں ابن الجوزی کے حوالہ سے چند آداب مذکور ہیں۔از انجملہ یہ کہ جب محدث کوئی ایسی حدیث بیان کرے جس کو سامع طالب علم پہلے سے جانتا ہے تو اُس کو اس میں مداخلت نہ کرنی چاہیے۔حضرت عطائؒ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی بعض نوجوان مجھ سے کوئی حدیث بیان کرتے ہیں اور میں اُس کو اِس طرح سنتاہوں جیسے وہ میرے کان میں نہیں پڑی ہے حالانکہ میں اس کو اس نوجوان کی پیدائش سے پہلے سن چکاہوں۔ابن وہب بھی اپنی عادت یہی بیان کرتے تھے۔حضرت عطائؒ کی مجلس میں ایک شخص نے ایک حدیث بیان کرنی شروع کی، ایک دوسرا

شخص بیچ میں دخل دینے لگا توانھوں نے فرمایا مَا ھٰذِہِ الْاَخْلَاقُ مَا ھٰذِہِ الْاَخْلَاقُ میں تو بعض آدمیوں کی زبانی ایک حدیث سنتاہوں اور اس کوبیان کرنے والے سے زیادہ جانتا ہوں پھر بھی اس طرح سنتا ہوں جیسے مجھے کچھ نہیں معلوم۔(صفۃ الصفوۃ ۲/۱۲۱)

خالد بن صفوان نے کہا جب تمہارے سامنے کوئی آدمی تمہاری سنی ہوئی حدیث یا جانی ہوئی خبر بیان کرے تو یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ میں اِس کوجانتا ہوں اس میں شرکت نہ کرومثلاً بیچ بیچ میں بول نہ پڑو کہ ایساکرناخفیف حرکت اور بے ادبی ہے۔

ازانجملہ یہ ہے کہ جب طالب علم کو کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو صبر کرے تا آنکہ اُستاد کی بات ختم ہو ،اُس کے بعد ادب اور نرمی سے پوچھے، درمیان میں اُن کی بات نہ کاٹے۔ایک حکیم نے اپنے لڑکے کو نصیحت کی حُسنِ کلام کی طرح حُسنِ استماع بھی سیکھنے کی ضرورت ہے۔اور حسنِ استماع یہ ہے کہ متکلم کو اپنی بات پوری کرنے کی مہلت دو،اور اپنا منہ اور نگاہ اُس کی طرف متوجہ رکھو اور کوئی بات تمھیں معلوم بھی ہو تو دخل مت دو خاموشی سے سنو۔

از انجملہ یہ ہے کہ دوسرے سے کوئی مسئلہ یا بات پوچھی جارہی ہوتو تم مجیب نہ بن جائو۔ حکیم لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اِیَّاکَ اِذَ سُئِلَ غَیرُکَ اَنْ تَکُوْنَ الْمُجِیْبُ خبر دار! دوسرے سے سوال ہوتو تم مجیب نہ بنو۔ابن ِبطہ کہتے ہیں میں ابو عمر زاہد کی مجلس میں تھا ،کسی نے اُن سے ایک مسئلہ پوچھا ، میں نے پیش قدمی کرکے جواب دے دیا، تو ابو عمر نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ فضولیات کے ماہر معلوم ہوتے ہیں ، یہ سن کر میں بہت شرمندہ ہوا۔

اسی کتاب الآداب الشرعیہ میں ہے کہ ابو عبیدفرماتے تھے علم کا شکریہ بھی ہے کہ تم جب کسی سے علمی مذاکرہ کرو، اوراُس مذاکرہ سے تم کو نئ معلومات حاصل ہوں تو بعد میں‌جب کبھی ان معلومات کا ذکر آجائے تو تم کو صاف صاف کہنا چاہیے کہ مجھے ان کی نسبت کچھ معلوم نہ تھا،تا آنکہ فلاں سے مذاکرہ ہوتو اُس نے مجھے یہ بتایا،ایسا کروگے تو علم کا شکریہ ادا ہوگااِس طرح بیان نہ کرو کہ گویا تم اپنی طرف سے یہ تحقیق بیان کررہے ہو۔(۲/۱۷۹)

اسی کتاب میں امام شافعی سے منقول ہے کہ اس علم کو کوئی حکومت اور عزتِ نفس سے حاصل کرکے فلاح نہ پائے گا ،ہاں جواِس کو ذلت نفس اور عسرت برداشت کرکے اور علم کی خدمت اور تواضع کرکے حاصل کرے وہ فلاح پائے گا ۔(الآداب الشرعیہ ۲/۲۷)

اصمعی سے منقول ہے کہ جو آدمی شاگردی کی ذلت تھوڑی دیر برداشت نہ کرے وہ جہالت کی ذلت میں عمر بھر گرفتار رہے گا۔ابن المعتز نے کہا کہ جو طالب متواضع ہوگا اُسی کو زیادہ علم حاصل ہوگا ،جس طرح پست جگہ میں زیادہ پانی اکٹھا ہوتا ہے۔حضرت زین العابدین مسجد میں آتے تو انبوہ میں گھس کر زید بن اسلم (حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام)کے حلقہ میں جا بیٹھتے، کسی نے ٹوکا تو فرمایا کہ علم کی شان یہی ہے اُس کے پاس آیا جائے اور طلب کیا جائے جہاں کہیں بھی ہو۔امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک دن امام اعمش کسی طالب علم پر غضبناک ہو گئے ،دوسرے طالب علم نے کہا مجھ پر اِس طرح خفا ہوتے تو میں ان کے پاس بھی نہ آتا ، یہ سن کر امام اعمش نے فرمایا کہ تمہاری طرح وہ بھی احمق ہے کہ میری کج خلقی کی وجہ سے اپنے نفع کی چیز چھوڑ بیٹھے۔(الآداب الشرعیہ ۲/۲۸-۲۹)

علامہ ابن الجوزی نے فرمایا کہ اپنے سے زیادہ عمر یا علم والے کی موجودگی میں تحدیثِ نعمت نہ کرے۔امام شعبی جب ابراہیم نخعی کے ساتھ ہوتے تھے تو ابراہیم کلام نہیں فرماتے تھے۔امام سفیان ثوری نے ابن عیینہ سے ایک بار فرمایا کہ آپ حدیث کیوں نہیں سناتے یعنی روایت حدیث کا مشغلہ کیوں نہیں اختیار فرماتے ؟ تو انھوں نے کہا کہ آپ جب تک زندہ ہیں اُس وقت تک تو یہ نہ کروں گا۔حضرت سمرہ بن جندب فرماتے ہیں کہ میں عہد نبوی میں لڑکا تھا جو سنتا تھا محفوظ ہوجاتا تھا یعنی معلومات کی کمی نہیں ہے مگر میں خاموش رہتا ہوں کہ مجھ سے معمر صحابہ موجود ہیں، ابن ہبیرہ نے کہا کہ اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ نوعمروں کے لیے شیوخ کی توقیر متعین ہے۔(الآداب الشرعیہ ۲/۱۴۷)

ابن معین نے فرمایا کہ جو شخص ایسے شہر میں حدیث بیان کرے(حلقہٴ تحدیث قائم کرے)جہاں اس سے بہتر محدث موجود ہووہ احمق ہے، انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ جس شہر میں علی بن مسہر جیسا محدث موجود ہو وہاں میں محدث بنوں تو میں اِس لائق ہوں کہ میری ڈاڑھی مونڈ دی جائے۔(الآداب الشرعیہ ۲/۷۰)

بہت اختصار کے ساتھ چند متفرق باتوں کو یکجا کرکے میں نے یہاں پیش کیاہے اگر استیعاب کا ارادہ کیا جائے تو بہت طوالت ہوجائے گی۔وفی ھذا القدر کفایۃ۔(بشکریہ ماہنامہ ندائے شاہی ،انڈیا)☆

☆ بشکریہ ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور۔ جنوری ۲۰۰۵ ص ۴۵

عذاب سے کیسے بچا جائے

مفتی آرزومند سعد حفظہ اللہ

موجودہ دور میں اپنے ماحول کو بغور دیکھا جائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات روز روشن کی طرح سامنے آجاتے ہیں۔ آقا علیہ السلام نے آخری زمانے کا جو نقشہ آج سے صدیوں پہلے بیان کیا تھا آج ہو بہو وہی باتیں عملی طور پر سامنے آرہی ہیں۔ من جملہ ان پیشن گوئیوں کے ایک پیشن گوئی فتنوں کی بہتات اور عذاب الہی کا نازل ہونا ہے۔ چنانچہ آج کا معاشرہ بدامنی، فساد، قتل و غارت، مال و جان کے عدم تحفظ سمیت کئی فتنوں میں مبتلا ہے۔

ان حالات میں ایک مسلمان کا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ کیا شریعت نے ہمیں اس دور کے لئے کچھ راہنمائی فراہم کی ہے ؟۔ کیا عذاب الہی سے بچنے کا کوئی ذریعہ ہے جس کو اختیار کر کے غضب خداوند کو ٹھنڈا کیا جاسکے ؟۔ زیر نظر مضمون بھی دراصل اسی طرح کے ایک سوال کا جواب ہے، کہ عذاب الہی سے کیسے بچا جاسکتا ہے۔

ہم ذیل میں مختصراً عذاب الہی سے بچنے کے ذرائع کا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ مجھے اور پورے عالم کے مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق مل جائے اور اللہ تبارک و تعالی ہمیں دنیا اور آخرت کے عذاب سے محفوظ فرمادے۔ آمین۔

گناہوں سے کنارہ کشی:

سب سے اہم اور مقدم طریقہ اللہ تعالی کے عذاب سے بچنے کا یہ ہے کہ انسان گناہوں سے دور رہے اور اپنے دل کو گناہوں کے زنگ سے آلودہ نہ کرے۔ کیونکہ عذاب نازل ہونے کی بنیادی سبب انسانی اعمال ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے:

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ

[سورۃ ۴۲، الشوری: ۳۰]

ترجمہ: اور تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمھارے اپنے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کی بدولت ہوتی ہے اور بہت سی باتوں سے تو اللہ درگزر ہی کر دیتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ ابْنَةَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ - رضی اللہ عنهن أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُولُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ وَحَلَّقَ بِإِصْبَعِهِ الإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيهَا قَالَتْ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخُبْثُ

[صحیح البخاری۔ حسب ترقیم فتح الباری۔ ۴ / ۱۶۸]

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت جحش ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ گھبرائے ہوئے اندر داخل ہوئے آپ ﷺ لا الہ الا اللہ کہ رہے تھے اور فرما رہے تھے عرب کے لیے ہلاکت ہو اس شر سے جو قریب آچکا ہے۔ آج یاجوج ماجوج کے دیوار اس مقدار میں کھول دیا گیا ہے۔ پھر شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنایا۔ حضرت زینب بنت جحش فرماتی ہیں میں عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم ہلاک ہونگے حالانکہ ہم میں نیک لوگ ہونگے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں جب گناہ زیادہ ہونگے۔

اس روایت کا آخری جملہ موجودہ حالات کی ترجمانی کر رہا ہے، آج نیک لوگ بکثرت موجود ہیں اور امت مسلمہ کے لئے دعاؤں میں مصروف ہیں لیکن معاشرے میں گناہوں کی کثرت نے عذاب الٰہی کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ اس لئے عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے گناہوں سے بچنا از حد ضروری ہے۔

احادیث مبارکہ میں گناہوں کے ساتھ ان کی وجہ سے آنے والے عذابوں کا ذکر ملتا ہے، جیسا کہ زنا کے عام ہونے سے موت کا عام ہونا، ناپ تول میں کمی سے قحط سالی کا مسلط کیا جانا، ناانصافی کی وجہ سے قتل و غارت گری کا عام ہونا۔ وغیرہ وغیرہ الغرض عذاب سے بچنے کے لئے گناہوں سے بچنا انتہائی ضروری اور لابدی ہے۔

اعمال صالحہ اور تقوی اختیار کرنا:

عذاب الہی سے بچنے کے دوسر ا راستہ اعمال صالحہ اور تقوی اختیار کرنا ہے۔ قرآن مجید میں عذاب الہی کا ایک سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ اعمال صالحہ اور تقوی ترک کر دیں ان پر عذاب الہی نازل ہوتا ہے۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (۹۶) أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ

[سورۃ ۷، الاعراف: ۹۷]

ترجمہ: اور اگر ان بستیوں میں رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تو (پیغمبروں کی) تکذیب کی تو ہم نے بھی ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی ہے کہ ایمان اور تقوی اللہ کے نعمتوں کا ذریعہ بنتی ہے اور پیغمبروں کو جھٹلانا عذاب کا ذریعہ بنتی ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:

احادیث مبارکہ کا ذخیرہ مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ جب معاشرے میں برائیاں عام ہو جائے اور اس کو روکنے کی کوشش نہ کی جائے تو ایسا عذاب نازل ہوتا ہے کہ جس سے میں ہر خاص وعام مبتلا ہو جاتا ہے۔ پھر نیک اور راست باز لوگوں کی دعائیں اور فریاد کام نہیں آتی۔ چنانچہ آقا علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے۔

حدثنا قتيبة حدثنا عبد العزيز بن محمد عن عمرو بن أبي عمرو وعبد الله الأنصاري عن حذيفة عن اليمان: عن النبي صلى الله عليه وسلم قال والذي نفسي بيده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عقابا منه ثم تدعونه فلا يستجاب لكم

[سنن الترمذي- شاكر + ألباني- ۴ / ۴۶۸]

ترجمہ: حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ضرور بضرور تم نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرو ورنہ اللہ تعالی تمھارے اوپر عذاب مسلط کر دے گا پھر تم دعا مانگو گے تو دعا قبول نہ ہو گی۔

آج کل عذاب الٰہی کے نزول کے کئی وجوہات میں سے ایک بنیادی وجہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک کرنا بھی ہے۔ اول تو کوئی گناہ کرنے والے کو روکنے کی کوشش نہیں کرتا اور جو روکنے کی کوشش کرے تو اسے مولوی، دقیانوسی پتہ نہیں کن کن القابات سے نوازا جاتا ہے۔ آقا علیہ السلام نے اس کی بہت کی خوبصورت مثال دے کر سمجھایا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کتنا اہم فریضہ ہے۔ آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اگر ایک کشتی میں کچھ لوگ اوپر ہوں اور کچھ نیچے ہوں، نیچے رہنے والے بار بار پانی لینے اوپر جانے سے تنگ آجائیں اور آپس میں مشورہ کریں کہ بار بار اوپر جا کر ہم ان کو بھی تنگ کر رہے ہیں اور خود بھی مصیبت میں ہے لہذا یہیں پر سوراخ کر لیتے ہیں سمندر کا پانی ہمیں مل جائے گا اوپر جانے کی ضرورت نہ رہے گی۔ اب اگر اوپر رہنے والے ان کو کشتی میں سوراخ کرنے دیں تو دونوں فریق ڈوب جائیں گے۔ حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي الشَّعْبِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِي حُدُودِ اللهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا سَفِينَةً فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِي أَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِي أَعْلاَهَا فَكَانَ الَّذِي فِي أَسْفَلِهَا يَمُرُّونَ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِينَ فِي أَعْلاَهَا فَتَأَذَّوْا بِهِ فَأَخَذَ فَأْسًا فَجَعَلَ يَنْقُرُ أَسْفَلَ السَّفِينَةِ فَأَتَوْهُ فَقَالُوا مَا لَكَ قَالَ تَأَذَّيْتُمْ بِي، وَلاَ بُدَّ لِي مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ أَخَذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا أَنْفُسَهُمْ وَإِنْ تَرَكُوهُ أَهْلَكُوهُ، وَأَهْلَكُوا أَنْفُسَهُمْ

[صحيح البخاري- حسب ترقيم فتح الباري- ۳ / ۲۳۷]

اس روایت کے پیش نظر اگر ہم نے عذاب الٰہی سے بچنا ہے تو جس طرح خود نیکی کرتے ہیں اسی طرح دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرنی ہوگی، جس طرح ہم خود برائی سے بچتے ہیں اوروں کا ہاتھ بھی روکنا ہوگا ورنہ پھر قہر الٰہی سے بچنا ناممکن ہے۔

گناہوں پر ندامت اور سچے دل سے توبہ:

عذاب سے بچنے کے ایک ایسا راستہ جس کی منزل یقینی طور پر رحمت خداوندی ہے وہ توبہ و استغفار ہے۔ توبہ اللہ تعالیٰ کو ایک ایسا محبوب عمل ہے جس سے اللہ خوش ہوتا ہے اور بندوں کے اوپر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ قرآن و حدیث میں ان واقعات کو بیان کیا گیا ہے جن میں توبہ و استغفار کرنے والوں سے عذاب الٰہی کو دور کر گیا ہے۔ مثلاً

فَلَوْلاَ كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلاَّ قَوْمَ يُونُسَ لَمَّآ آمَنُواْ كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الخِزْيِ فِي الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَى حِينٍ(۹۸)

اس آیت کریمہ میں یونس علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ ہے جن پر اللہ کا عذاب یقینی طور پر آنے والا تھا لیکن انہوں نے اللہ کی طرف توجہ کی اور توبہ کر کے اللہ کو راضی کر لیا تو ان سے عذاب ختم ہو گیا۔

اسی طرح سورت نوحؑ میں بھی توبہ کو عذاب الٰہی کے ختم ہونے اور رحمتوں کے نزول کا سبب بتایا گیا ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا (١٠) يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا (١١) وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا (١٢)

قرآن و حدیث کے بے شمار نصوص اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ توبہ سے بڑے سے بڑا عذاب ٹل سکتا ہے۔ یہ مختصر سی تحریر ان کی متحمل نہیں ان شاء اللہ کبھی موقع ملا تو ان کو تفصیل سے بیان کر دیا جائے گا۔

صدقات سے عذاب کو ختم کرنا:

احادیث مبارکہ میں عذاب الٰہی کو ختم کرنے اور اللہ تعالیٰ کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے جن اعمال کا ذکر ملتا ہے ان میں سے ایک صدقات بھی ہیں۔

حدثنا عقبة بن مكرم العمي البصري حدثنا عبد الله بن عيسى الخزاز البصري عن يونس بن عبيد عن الحسن عن أنس بن مالك: قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الصدقة لتطفئ غضب الرب

[سنن الترمذي-شاكر + ألباني- ٣ / ٥٢]

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ اللہ کے غصہ کو بجھا دیتا ہے۔

اس طرح کا مضمون کئی احادیث میں وارد ہوا ہے جس میں صدقات کو بلاؤں کو ٹالنے والا کہا گیا ہے اور ان کے عذاب ٹلنے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ اس لئے عذاب الٰہی سے بچنے کے صدقات کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔

جہاد فی سبیل اللہ پر عذاب سے نجات کا وعدہ:

قرآن و حدیث کے نصوص سے جہاں ہمیں دوسرے اعمال عذاب سے نجات کا ذریعہ معلوم ہوتے ہیں وہیں پر جہاد فی سبیل اللہ پر بھی اللہ کی طرف سے وعدہ ہے کہ یہ عذاب سے نجات دلائے گا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (۱۰) تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والوں کیا میں تمھیں ایک ایسی تجارت نہ دکھادوں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچائے گی۔ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں مال و جان سے جہاد کرو یہ تمھارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جہاد فی سبیل اللہ بھی اللہ کے عذاب سے بچانے والا عمل ہے (جہاد کے لئے شرائط و احکام ہیں ان کو علماء سے معلوم کیا جائے)

گناہوں سے دل میں نفرت کی جائے:

عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے ایک اور اکسیر نسخہ یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی کو دل سے برا جانے اور کم از کم اس سے نفرت ضرور کرے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِى شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كِلاَهُمَا عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ -وَهَذَا حَدِيثُ أَبِى بَكْرٍ- قَالَ أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ قَبْلَ الصَّلاَةِ مَرْوَانُ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ الصَّلاَةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ. فَقَالَ قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ. فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ « مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ

[صحیح مسلم-مشکول وموافق للمطبوع- ۱ / ۵۰]

ترجمہ: جب تم کسی برائی کو دیکھو تو اس کو ہاتھ سے روکو (اگر فساد کا خطرہ نہ ہو مثلاً ارباب حکومت یہ کام کرے تو کوئی فساد نہ ہو گا اگر عام آدمی کرے تو قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لے بلکہ گناہ کو روکنے کی ممکنہ کوشش کرے اگر ہاتھ سے روکنے میں فساد کا اندیشہ ہو یا حکومتی رٹ کے خلاف کچھ ہو تو) اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روکے اور اگر زبان سے بھی نہ روک سکے (مثلاً اگر اس کو منع کیا تو جان یا مال کو خطرہ ہو وغیرہ تو) دل سے اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے آخری درجہ ہے۔

بنی اسرائیل پر عام عذاب آنے کی ایک وجہ بھی یہ تھی کہ وہ گناہ کرنے کے باوجود ایسے لوگوں سے اپنے تعلقات قائم رکھتے اور ان سے اس گناہ کی وجہ سے قطع تعلق نہ کرتے۔ صحیح مسلم میں واقعہ ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ رَاشِدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « إِنَّ أَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلَى بَنِى إِسْرَائِيلَ كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ فَيَقُولُ يَا هَذَا اتَّقِ اللَّهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ فَإِنَّهُ لاَ يَحِلُّ لَكَ ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ فَلاَ يَمْنَعُهُ ذَلِكَ أَنْ يَكُونَ أَكِيلَهُ وَشَرِيبَهُ وَقَعِيدَهُ فَلَمَّا فَعَلُوا ذَلِكَ ضَرَبَ اللَّهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ ». ثُمَّ قَالَ (لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِى إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ) إِلَى قَوْلِهِ (فَاسِقُونَ) ثُمَّ قَالَ « كَلاَّ وَاللَّهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَأْخُذُنَّ عَلَى يَدَىِ الظَّالِمِ وَلَتَأْطُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا وَلَتَقْصُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قَصْرًا

[سنن أبي داود- محقق وبتعليق الألباني- ۴ / ۲۱۳]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں پہلا نقصان یہ داخل ہوا کہ ایک شخص دوسرے شخص سے ملتا اور اس کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو اس گناہ سے منع کرتا کہ یہ تیرے لئے حلال نہیں جب کل دوبارہ اس سے ملتا (اور وہ شخص اسی طرح اس گناہ میں مصروف رہتا) تو وہ بدستور اس خورد نوش میں شریک ہوتا (یعنی اس گناہ کی وجہ سے اس کے دلی محبت میں کمی نہ آتی) تو اللہ نے کے دلوں کو ایک جیسا کر دیا (جس کی وجہ سے سب پر عام عذاب نازل ہوا)۔ پھر آقا علیہ السلام نے پھر قرآن کی آیت لعن الذین کفرو تلاوت کی پھر فرمایا ہر گز نہیں تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم کروگے اور برائی سے منع کروگے اور ظالم کے ہاتھ کو پکڑوگے اور اسے حق کے قبول کرنے پر مجبور کرنا ہوگا۔

ایک جگہ ایک روایت دیکھی تھی اب حوالہ ذہن میں نہیں رہا کہ ایک بستی پر عذاب نازل ہونے والا تھا فرشتے نے اللہ تعالی سے پوچھا کہ اس تو فلاں بندہ بھی ہے جس نے کبھی نافرمانی نہیں کی۔ تو اللہ نے اس پر بھی عذاب نازل کرنے کا حکم دیا کہ اس کے دل میں ایک دفعہ بھی یہ درد نہیں جاگا کہ اللہ کے احکامات کی نافرمانی ہورہی ہے۔

الغرض برائیوں کو دل سے برا جاننا اور ان سے نفرت کرنا اور اس کے روکنے کی مقدور بھر کوشش کرنا عذاب الہی سے بچنے کے ضروری ہے۔

قرآن و حدیث کے ان فرمودات کو سامنے رکھ کر زندگی گزاری جائے تو امید ہے کہ اللہ کے عذاب سے نجات ملے گی اور دنیا اور آخرت میں کامیابی نصیب ہو گی۔

☆☆☆

”سربکف“ کے سرورق کے لیے آپ بھی شعر بھیج سکتے ہیں!

کوئی بھی معیاری شعر، جس میں لفظ ”سربکف“ آیا ہو، آپ بطورِ اشاعت (شاعر کے نام کے ساتھ) فیس بک پیج پر بطور میسج یا بذریعۂ ای میل روانہ کر سکتے ہیں جسے سرورق اور کتاب کے تیسرے صفحے پر جگہ دی جائے گی، ان شاء اللہ۔ (مدیر)

عقلمند مسافر

ڈاکٹر شاہد محمود حفظہ اللہ

سمندر پُر سکون تھا . . . جہاز کی دونوں منزلیں پر بھرپور زندگی کارفرما تھی . . . قہقہے . رونقیں . خوش گپیاں . چہل پہل . سلام دعا . . . . مطلع صاف تھا . ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی . . . کئی لوگ عرشے پر واقع کینٹین میں چائے . کافی اور مشروبات سے دل بہلا رہے تھے . . . .

"خواتین و حضرات .. . متوجہ ہوں . !"

کپتان کی پریشان اور بھرّائی ہوئی آواز جہاز میں گونجنے لگی . . .

"ایک بڑے طوفان کی اطلاع دی جاتی ہے . . سب لوگ ایمرجنسی کے لئے تیاری کر لیں . . ."

جہاز پر یکدم سنّاٹا چھا گیا . . . . اور پھر پورے جہاز پر ہلچل . . .سسکیاں . . آہ و بکا... نااُمّیدی کے سائے . . . .

"خواتین و حضرات !! طوفان میں گھرے . ایک ڈوبتے جہاز نے اپنے بچاؤ کی تدابیر کی اطلاع کی ہے . . .. ابھی فوراً سب لوگ لائف جیکٹس پہن لیں . . اور جہاز سے اُتر کر لائف بوٹس میں سوار ہو جائیں . . . جہاز کا عملہ آپ کی رھنمائی کرے گا . . . یہ آخری اعلان ہے . . . اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو . . . خدا حافظ . . . .!"

" یہ سب جھوٹ ہے . غلط ہے . میں نہیں مانتا !!" ایک مسافر زور سے دھاڑا . . .

" تمہارا دماغ چل گیا ہے . . .جلدی کرو . . .نکلو ......"اس کے دوست نے گزارش کی . . .

"میں نہیں جاؤں گا . . . . مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا . . . دیکھو تو سمندر کتنا پُر سکون ہے . . . اور اس کپتان کا شائد دماغ کام نہیں کر رہا !"

" ارے وہ اس لائن کا ماہر ہے . ہمیں تو نہیں دکھائی دے رہا لیکن اسے سب نظر آ رہاہے . . .. دماغ اس کا نہیں تمہارا چل گیاہے . .... مان لو تو بچ جاؤ گے ورنہ مارے جاؤ گے . ... چلو چلو جلدی کرو !"

" میں کوئی بے وقوف ہوں ؟اتنا پڑھا لکھا ہوں ۔مجھے مت سمجھاؤ . . . جاناہے تو جاؤ . مجھے مجبور نہ کرو . !."

وہ اکیلاہی جہاز میں گھوم رہا تھا . قیمتی چیزیں اکٹھی کر رہا تھا . . . . وہ بہت خوش تھا . . . ذرا عرشے پر واک کرتا ہوں . . دور دور تک مطلع صاف تھا . . سمندر بھی بالکل خاموش تھا . . . دور دھندلکے میں اسے کوئی اُٹھتی ہوئی چیز نظر آنا شروع ہوئی. . . ....!!!

"یہ کیا ہو سکتاہے ؟" وہ سوچ میں پڑ گیا ...!! منظر صاف ہوا تو اس کی چیخ نکل گئی . . . وہ تو ایک بڑی طوفانی لہر تھی . . . وہ چلّاتا ہوا عرشے پر دوڑنے لگا . . . مگر اب دیر ہو چکی تھی . .بچاؤ کے راستے مسدود ہو چکے تھے . . . ہائے میں کیا کروں ؟ کہاں جاؤں ؟ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا . . . !!! ...اسے اپنے دوست کی باتیں یاد آ رہی تھیں . اسکی منتیں ۔ مگر موقع اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا .وہ یہ بازی ہار چکا تھا . . . !!! اور جب وہ طوفانی لہر اس جہاز سے ٹکرائی اور جہاز کو ایسا جھٹکا لگا کہ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور ایک بے جان پتھر کی طرح اڑتا ہوا . . . سمندر میں جا گرا اور اس کی آخری چیخ پانی کے طوفانی شور میں دب گئی . . ..!!!

کہاں ہے جنّت ؟. . .مجھے دکھاؤ !! قبر کے عذاب مجھے نظر نہیں آتے. . .!! اللہ تعالی کو کس نے دیکھا . ؟؟؟ میں نے دنیاوی علوم میں اتنی دسترس حاصل کر لی مگر ان دینی مغیبات کا کچھ پتہ نہ چل سکا ۔ اگر یہ سچ ہوتی تو مشاہدہ میں بھی نہ آ جاتی !!! یہ ایسے ہی سنی سنائی باتیں ہیں . بے بنیاد ہیں !!! مگر یہ نہ جانا کہ سب سچوں کے سچے . آخرت کی لائن کے ماہر . . . . آنخضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلّم . . ایک خبر دے رہے ہیں . . . آخرت کے اعتبار سے وہ بینا اور آنکھوں والے ہیں . . . . سب دنیا والے آخرت کے اعتبار سے اندھے ہیں . . نابینا کی خیر اور زندگی بینا کی ماننے میں ہے . ورنہ نامعلوم کس کھائی یا گڑھے میں جا گرے . . . اور اگر اپنے مشاہدات اور تجربات کے پیچھے چلتے رہے تو انجام اس بے وقوف مسافر جیساہی ہو گا . . ..!!! مگر اس وقت سوائے پچھتاوے کے اور کوئی کام نہ ہو گا . جو بے سود ہو گا . . . .!!!

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ

جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ

☆☆☆

اظہارِ خیال

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾

یقیناً اس بات میں ان لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔(سورہ ۳۹،الزمر: ۴۲)

شاہِ ملت: مولانا انظر شاہ قاسمی

عاقب انجم عثمانی حفظہ اللہ

مودی حکومت باضابطہ طور پر انگریز کے نقش قدم پر عمل کر رہی ہے.. انگریز نے حق گوئی بیان کرنے والوں پر وارنٹ نکالے: آج انکے روحانی فرزندوں پر یہ ستم مودی حکومت ڈھا رہی ہے۔

ہمارے اکابرین نے تب بھی انکو "لا" کہکر شکست دی تھی اور آج بھی ہم "لا" کہکر مودی حکومت کو چیلینج کرتے ہے...

ہمارے اکابرین کا نام روشن ہوگیا ساری دنیا گواہی دیتی ہے، تو ان کے نقش پر چلنے والے بھی بلندی پائے گا...

کوئی ٹیپو سلطان بنکر نظر آتا ہے، کوئی ضامن شہید بنتا ہوا دکھائی دیتا ہے، کوئی حسین احمد نظر آتا ہے جو سیاست کے امام بنتے ہیں، کوئی عبید اللہ سندھی نظر آتا ہے جو امامِ انقلاب بنتا دکھائی دیتا ہے، کوئی محمود الحسن نظر آتا ہے جنکو شیخ الھند کہا گیا، کوئی اشرف علی نظر آئے جو مجدد ملت لقب پا گئے، کوئی انور شاہ میدان میں آتے تو بیہقئ وقت کہلائے....... یہ فہرست بھی "لاتعداد" ہے...

ان مجاہدین آزادئ ہند کے وارثین آج کے دور میں بھی انکا نقش تھامے ہوئے ہمارے سامنے حق کو بیان کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں...

کبھی مفتی عبد القیوم گجراتی نظر آتے ہیں، کبھی مولانا عبد القوی نظر آتے ہیں، کبھی انظر شاہ قاسمی نظر آتے ہیں، کبھی مولانا عبد الرحمن فاضل دار العلوم دیوبند نظر آتے ہیں....

مفتی عبد القیوم گجراتی نے مودی حکومت کو ہندوستان کے باشندوں کا دشمن ثابت کردیا، " گیارہ سال سلاخوں کے پیچھے "☆ منظرِ عام پر آچکی ہے، مودی حکومت کا مکروہ چہرہ آپکے سامنے بے باکی سے رکھا ہے....

وہ دن دور نہیں جب شاہِ ملت سید انظر شاہ قاسمی اور خطیب ملت مولانا عبد الرحمن، مودی حکومت کو ننگا کرکے، مودی حکومت کی ہندوستان دشمنی منظرِ عام و خاص پر لائیں گے....

امت پر جب ملک کے غداروں نے انگلی اٹھائی
انظر تو نے ملک پرستی انکو ہے سمجھائی
کیا ہے تونے ملک کے غداروں کو خبر دار
سوئی امت کو تو اکیلے کرتا ہے بیدار

از قلم
عاقب انجم عثمانی
بارہویں جماعت طالب علم (نان میڈکل)
کشمیر، الہند

☆☆☆

☆ ایک خوں رلاتی خوبصورت کتاب، جسے "تصنیف" نہیں "درد" کہا جاسکتا ہے۔ مولوی عبد القیوم صاحب خود فرماتے ہیں کہ یہ کوئی باضابطہ تصنیف نہیں ہے، بس ایک امانت تھی جو قوم تک ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں پہنچانی تھی۔ قارئین ضرور اس کتاب کو پڑھیں، آنکھیں اشکبار ہو جائیں گی۔ "گیارہ سال سلاخوں کے پیچھے" (مدیر)

نظر بد کی حقیقت اور علاج

قاری معاذ شاہد حفظہ اللہ

نظر بد ایک حقیقی چیز ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

نظر بد انسان کی آنکھ کے وصف کا نام ہے جس میں اس شخص کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر بد برحق ہے اگر کوئی چیز تقدیر پر غالب آتی تو وہ نظر ہوتی، نظر کی وجہ سے جوان۔ اونٹ ہنڈیا میں پک جاتا ہے۔

اس میں تین چیزیں ہیں:

۱۔ کئی بار تو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ نظر لگی ہے تو اسکے لئے احتیاط کرنی چاہیئے

۲۔ کئی بار یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ نظر لگی ہے مگر کس کی لگی یہ علم نہیں ہوتا

۳۔ اور کبھی تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فلاں کی لگی ہے

۱) احتیاطی تدابیر:

۱۔ ایسا شخص جس کے بارے میں علم ہو اسکی نظر لگ جاتی ہے اس سے کنارہ کشی اختیار کی جائے

۲۔ صبح و شام کی دعاؤں کا اہتمام کیا جائے

۳۔ کسی کی تعریف کریں تو اللہ کا نام ساتھ ضرور لیں ماشاء اللہ وغیرہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو معوذتین پڑھ کر نظر کیلئے دم کیا کرتے تھے۔

بچہ کے گلے میں یہ تعویذ لکھ کر ڈالیں:

اعوذ بکلمات اللہ التامة من کل شیطان و هامة ومن کل عین لآمة

۲) نظر لگی کا علم ہو تو:

سورۃ قلم کی آخری آیت

وان یکادالذین کفرو الخ پڑھ کر دم کریں۔

معوذ تین پڑھ کر دم کریں۔

وضو کروائیں۔

یہ دعا پڑھ کر دم کریں

بسم الله، حبس حابس، وحجر یابس، وشهاب قابس، رددت عین العائن علیه، "فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ هَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُور * ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ کَرَّتَیۡنِ یَنقَلِبۡ إِلَیۡكَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِیرٌ "

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو جبریل امین ان الفاظ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دم کرتے تھے۔

بسم اللهِ یبریك ومن كل داء یشفیك ومن شر حاسد اذا حسد وشر كل ذی عین

۳) اگر علم ہو کہ فلاں کی نظر لگی ہے تو:

اس شخص کو ایک برتن میں وضو کروائیں جس کی نظر لگی ہے اور اس پانی کو نظر زدہ کے سر پر بہائیں یہ طریقہ حدیث میں موجود ہے۔

☆☆☆

عالمی تبلیغی مرکز نظام الدین کی حاضری

(دوسری اور آخری قسط)

مزمل اختر حفظہ اللہ

ساتویں نشست (۲۷/۰۵/۲۰۱۳) بروز پیر

حضرت مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم

وقت:- صبح ۱۱:۰۷ سے ۱۲:۴۵

۱) کام کرنے والوں کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ اللہ کے سامنے اپنے آپ کو قبول کروائیں۔

۲) قبولیت کے لیے، قابلیت شرط نہیں ہے قبولیت کے لیے صفات شرط ہے۔

۳) اس کام کی برکت سے اللہ لوگوں کے دلوں میں محبت ڈالیں گے چاہے انھیں جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

۴) اس کام میں قبولیت کے لیے تقویٰ شرط ہے۔

۵) داعی وہ ہوتا ہے جسکی ذاتی اور اجتماعی زندگی نمونہ ہو۔

۶) امت اسلام کو سمجھے گی دعوت کے ذریعے سے۔

۷) حضرت فرماتے تھے میرے کام کا مقصد احیائے سنت ہے۔

۸) اس کام کو دین کا نمونہ بنانا چاہتے ہو تو ایک ہی کام ہے کہ سنتوں پر بے تکلف عمل کرو۔

۹) ہمارے ہر کام کو مزاج نبوت پر لاؤ۔ دعوت میں عمومیت ہے جماعت بن کر کام مت کرو امتی بن کر کام کرو۔

۱۰) عمومیت ہے تو دعوت ہے ورنہ یہ تنظیم ہے تنظیم کا کام ہے کہ جان پہچان والوں سے ملتی ہے۔

۱۱) اکرام سے بڑھ کر کوئی حکمت نہیں ہے۔

۱۲) حضرت فرماتے تھے وہ آدمی کام نہیں کر سکتا جو مخالف کے ساتھ معاملہ اور اپنوں پر احسان کریں اسکی وجہ سے فرقہ بنے گا امت نہیں۔

۱۳) اپنے مزاج کو نبی کے تابع کرو، کام کو وسعت قلب سے کرو۔

۱۴)ہر فرد کو دعوت دینا یہ نبی کی پہلی سنت ہے وہ یہ نہیں دیکھتے کسے دعوت دینے میں فائدہ ہے عروہ شبا کے غلام کو دعوت دی یہ نہیں کہا کہ آقا کو دعوت دو تو غلام خود ایمان لے آئے گا ۔

۱۵)خواص پر محنت کرو تو عوام خود (کام میں) لگے گی یہ سوچ غلط ہے۔

۱۶)عوام اور خواص کا اجتماع کریں، اس سے صفات منتقل ہوتی ہیں۔

۱۷)امت کو کانٹنا(منتشر) کرنا اللہ کے نزدیک سب سے بڑا جرم ہے۔

۱۸)برادری(فرقہ)سب سے بدترین جملہ ہے ۔

۱۹)دین حق کے راستے سے آتا ہے باطل کے راستے سے نہیں ،(اسی بات کو محبوب العلماء والصلحاء حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم نے اس طرح کہا "طلبہ کے ذہن میں یہ بات کھلی ہونی چاہیے کہ دعوت کا کام اللہ کی طرف سے منصوص ہے قرآن وحدیث میں بتادیا گیا ہے لیکن طریقہ کار اللہ نے امت کے لیے کھلا چھوڑ دیا ہے،ہاں یہ ہے کہ دعوت کا طریقہ نور نبوت سے ماخوذ ہونا چاہیے انداز نبوت کے خلاف نہیں ہونا چاہیے اب جیسے ایک بندہ آجائے اوجی میں ٹی وی(TV) پر آکر دین کی دعوت کا کام کروں گا(ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب کو ہی دیکھ لیجیے بیچارے)تو بھائی یہ چونکہ نبی علیہ السلام کے طریقہ کے خلاف ہے اس لیے اس میں نور نہیں ظلمت ہوگی،تو طریقۂ کار ہر وہ ٹھیک ہوگا جو نور نبوت سے ماخوذ ہوگا ")

۲۰)امت بن کر کام کرو- حضور ﷺ سے کہا گیا کہ خواص کا جوڑ الگ کریں حضور ﷺ کو وقتی طور پر یہ بات اچھی لگی۔ لیکن اللہ کے طرف سے تنبیہ ہوئی۔ یہ امت کا جوڑ نہیں امت کا توڑ ہے ۔

۲۱)مزاج نبوت کی پہلی چیز عمومیت ہے اور اسکے ساتھ ہجرت ہے ۔

۲۲)حضور ﷺ ایک آدمی کے پاس گئے یہ نہیں کہ ان کو ہمارے پاس لاؤ ہم مجمع میں بات کریں بلکہ اکیلے میں بات کی واثلہ بن اسقع جب مسجد میں آئے تو حضورؐ نے دیکھا نیا آدمی ہے آپؐ خود انکی طرف گئے اور انسے بات. کی ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا اپنے بوڑھے باپ کو کیوں لائے ہم سے کہدیتے ہم چلے آتے آپ نے کہا نہیں یہ زیادہ آنے کے مستحق تھے آپ ﷺ نے کہا نہیں بلکہ ہمیں جانا چاہیے تھا ۔

۲۳)غیبی نصرت عمومیت پر اترے گی ۔

۲۴)قرآن نے تو اہل باطل کو بھی برا کہنے سے منع کیا ہے اپنے کام کے اندر وسعت پیدا کرو یاد رکھنا مخالف نعمت ہے ۔

۲۵)مخالفت اللہ کی طرف متوجہ کریں گی جہاں مخالفت نہ ہو وہاں لوگ اللہ کے غیر کے طرف متوجہ ہوتے ہیں مخالفت اللہ کے نبی کے ساتھ ۱۳سال رہی ۔

۲۶)داعی کے دل میں انتقام کا جذبہ نہیں ہوتا، دو جذبہ ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتا ۔۔۔ ۱۔ ہدایت کا ۲۔ ہلاکت کا

۲۷)زید بن سانعہ نے حضور ﷺ کو قرض دیا اور قرض کی ادئیگی کے تین دن پہلے آپ کا گریبان پکڑ لیا(وہ امتحان)لے رہے تھے حضرت عمر نے تلوار نکالی تو حضور نے روکا(اپنے حمیتوں کو ٹھنڈا کریں مخالفت کرنے والوں کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو ٹھنڈا کریں ۔

۲۸)بات یہ نہیں ہے احسان کرنے والوں پر احسان کریں بلکہ تکلیف دینے والوں کے ساتھ احسان کیا کرو ۔

۲۹)صرف ہمارے درمیان یہ دعوی نہ ہو کہ یہ نبیوں والا کام ہے بلکہ نبیوں والا مزاج بناؤ ۔

۳۰)نبی علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے یہ ہدایت ہے کہ آپ ﷺ اپنے ساتھویں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں ۔

۳۱)عمال دعوت تو ترغیب سے چلائے جائیں گے ۔

۳۲)ہمارا مذاکرہ ہے مواخذہ نہیں ہے-اسے سمجھاؤ کہ یہ غلط ہے نہ مانے تو اللہ پر چھوڑ دو غلطی کرنے والوں سے در گزر کرو۔

۳۳)حضرت جی مولانا الیاس صاحب فرمایا کرتے تھے:

"اپنے کام کی حفاظت اس طرح کرو جس طرح اپنے گھر کی جوان لڑکیوں کی حفاظت کرتے ہو۔ "

۳۴) ساتھویں کی کمزوری نظر آئے تو انکی قربانیوں کو یاد کیا کرو اور انکی صفات کو تلاش کرو ۔

۳۵)حضرت جی مولانا یوسف صاحب فرمایا کرتے تھے:

کئی مرتبہ اللہ نئے لوگوں سے وہ کام لے سکتا ہے جو نبیوں سے نہیں لیا ، جیسے نوح علیہ السلام کی محنتوں کے ذریعہ ۸۰ سے ۸۲لوگ ایمان لائے طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کی محنت کے ذریعے کئی قبیلوں کو ہدایت ملی ۔

۳۶) حضور ﷺ کا ایک بہترین عمل

اللہ پاک نے کہا آپ انکے لیے استغفار کرو یا نہ کرو ان کو اللہ ان کو معاف نہیں کریں گے -حضرت عمر ﷺ نے کہا اللہ نے کہا ہے انھیں معاف نہیں کریں گے۔ کہا اللہ نے کہا ہے آپ استغفار کریں یا نہ کریں۔۔۔ میں نے کرنے کو صحیح اور مناسب سمجھا ۔ پھر وحی آئی آپ ۷۰ مرتبہ کروگے تب بھی معاف نہیں کریں گے ۔ (مقصد یہ ہے ہر حال میں دوسروں کا بھلا چاہو کسی سے چاہے کیسی بھی دشمنی ہو سب کو اللہ کے لیے معاف کرنا اور سب کو اس مبارک محنت میں جوڑنے کی فکر کرنا)

۳۷) حضرت فرمارہے تھے لوگوں سے رائے لیا کرو ورنہ کام کس طرح کروگے ہم نے آپ ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھوں سے پوچھنے والا نہیں پایا، جبکہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی ۔

۳۸)حضرت فرمارہے تھے مسجد وار جماعت سارے ایمان والے ہیں۔

۳۹)مشورہ کام کا ہے مشورہ اس چیز کا کریں کہ اللہ کا دین مٹ رہا ہے اس کے لیے کیا محنت کریں۔

۴۰)رائے تو ایسا عمل ہے کہ دشمن بھی دوست ہو جائے۔

۴۱)کسی (شخص) سے رائے لینا بہت بڑا اکرام ہے، اپنے مشورہ میں وسعت پیدا کرو ۔

۴۲)جہاں مشورہ کے بغیر بات طے ہوگی وہاں ساتھیوں میں اختلاف پیدا ہوگا۔

۴۳)اجتماعی کام میں خرچ بھی مشورہ سے ہے۔

۴۴)شب گزاری میں کھانا لے کر جاؤ وہاں داعی بن کر جاؤ مدعو نہیں وہاں دعوت کھانے مت جاؤ۔

۴۵)کام کرنے والوں کے پاس امت کا مال آجائے تو انکا اعتماد ختم ہو جائے گا۔

۴۶)ہمارے یہاں بیت المال تو ہے ہی نہیں جہاں بیت المال ہوتا ہے وہاں فتنے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر یہ مال قبول کرے تو مدعو ہے اور انکار کردے تو داعی ہے

۴۷)بادشاہ بن کر کام کرو فقیر بن کر کام نہ کرو۔ اللہ سے لے کر دوسروں کو دینے والے بنیں۔

۴۸)آپ ﷺ فقر کے ساتھ سخی ہے ۔

۴۹)مالداروں کا اکرام، یہ ہمارے کام کی حیثیت کو گرانا ہے۔

۵۰)اسلام میں تصور ہی نہیں تھا کہ غرباء جان لگائیں مال والے مال لگائیں۔

۵۱)مال والے اعمال سب پر فرض نہیں ہیں لیکن جان والے اعمال ہر کسی پر فرض ہیں۔

۵۲)حضرت جی مولانا یوسف صاحب فرمایا کرتے تھے:

"جن سے تم مال لوگے ان سے تم جان نہیں لے سکتے یعنی وہ وقت نہیں لگائیں گے ۔ "

۵۳)اس کام کی برکتوں میں سے ایک برکت اور رحمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں محبت ڈالیں گے، چاہے انھیں جانتا ہو یا نہ جانتا ہو (عاجز نے اس عمر میں ہی اسکا عملی نمونہ دیکھا ہے نہ جانے ہمارے اسلاف کے ساتھ کیسا کیسا معاملہ ہوتا ہوگا

اسکے لیے حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب دامت بر کاتہم کا سفر نامہ پڑھیے "لاہور سے تا خاک بخارا و سمر قند" آپ لوگوں کو پتہ چلے گا کہ کس طرح اللہ ایسے لوگوں کا سرپرست ہو جاتا ہے اور انکے لیے فتوحات کے دروازے کھلتے ہیں)

آٹھویں نشست (۲۷ مئی ۲۰۱۳) بروز پیر

حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت بر کاتہم

۰۳:۴۳ شام سے ۰۴:۲۴ شام

۱)ایمان والو! دین کے مددگار ہو جاؤ، ہم میں سے ہر ایک دین کا مددگار ہو جائے یہ مطلوب ہے۔

۲)مسلمان، اس کا وقت، اسکی صلاحیت (کی وجہ) سے دین کا نقصان ہو جائے یہ ہم سوچ ہی نہیں سکتے۔

۳)آپ نے فرمایا مجھے وہ دین دے کر بھیجا ہے جو غالب آنا ہے۔

۴)اعمالِ دعوت تو یہ ہیں اور یہی رہیں گے۔

۵)حضرت جی فرمایا کرتے تھے ہمارے مشورہ میں رائے پر اصرار نہ ہو (کہ میری بات مان لی جائے)

۶)میری امت کا جہاد اللہ کے راستے کی نقل و حرکت ہے۔

۷)حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عیبوں کے لیے میں نے اپنی جان (نفس) کو چن لیا ہے۔

۸)تقوی کہتے ہیں نیکیوں میں سے گناہ چنا۔

۹)دیکھیے ہمیں تین اہم کام کرنے ہیں:

(۱) اللہ کے لیے کرنا

(۲) اجتماعیت سے کرنا

(۳) اللہ کی مدد کے ساتھ کرنا

۱۰)حضرت جی فرمایا کرتے تھے اس صدی میں اس محنت کا امت کے درمیان وجود اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

نویں نشست (۲۷مئی ۲۰۱۳) بروز پیر

حضرت مولانا ابراہیم دیولا صاحب دامت برکاتہم، بعد نماز مغرب

وقت: ۰۸:۱۴ بجے شام سے ۰۹:۱۵ شام

۱) حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "ہماری محنت کا پہلا پھل اگر قبول ہو گیا تو ہمارا قصور معاف ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ ہماری غلطیوں کو، سیأت کو، برائیوں کو، غلطیوں کو میں چھپالے گا "

۲) اللہ کی نظر کرم ہم پر لگے، اللہ کی نظر باقی رہے اس کے لیے اپنے اندر اخلاص پیدا کرنا ہو گا

۳) دعوت کا اصل میدان تو غربت ہے بے بسی ہے

۴) حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب رحمت اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "اوپر کا نظام جس کے ساتھ ہو گا وہ کامیاب ہو گا"

۵) اللہ سے ڈر ڈر کے کام کرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں

۶) ہمارے کام میں احتیاط آوے، منوانے کی فکر نہ کریں بس دعوت دیں

۷) جو کام میں لگے رہے گا انھیں خلوص ملے گا حضرت فرماتے تھے لگے رہو اخلاص ملے گا

۸) کوئی بات مان لے اچھی بات ہے مگر نہ مانے تو کوئی بات نہیں ... (ہم فکر نہ کریں اللہ نے ہدایت کی ذمہ داری ہمیں نہیں
دی نہ ہی ہمیں مکلف بنایا ہے)

۹) حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "نبوت مظلوم ہوسکتی ہے ظالم نہیں ہوسکتی"

۱۰) جو شخص مظلوم ہو گا اور وہ اپنی بات پر قائم رہے گا تو اللہ اسے ضرور عزت دے گا

۱۱) بے بسی میں کام کرنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے

۱۲) ایمان دودھ کے مثل ہے، اس میں سو فیصد فائدہ ہے۔

۱۳) جاہلیت کا جواب جہالت سے نہیں ہوتا، جو مخالفت کریں انکے لئے دعا مانگیں۔

۱۴) دین کے ماحول میں آدمی کو دین ملے گا

۱۵) ہماری مثال تو تاجر کی سی ہے وہ تو اپنا فائدہ اور نفع دیکھتا ہے دوسروں کا فائدہ خود بخود ہو گا

۱۶) بندہ جب تک اپنی زبان کی حفاظت نہ کرے، ایمان کی حقیقت کو حاصل نہیں کر سکتا

دسویں نشست (۲۸۰۵۲۰۱۳) بروز منگل

حضرت مولانا ابراہیم دیولا صاحب دامت برکاتہم،بعد نماز فجر (۰۵:۰۰)

وقت:-۰۵:۲۳ بجے صبح سے ۰۶:۵۷ صبح

۱) اپنی ضرورتوں کو دین بناؤ،ہر کام (ضرورت) کو سنت طریقہ پر کریں

۲) جماعت کے ایک ساتھی کو نور محمد صاحب نے صلوۃ تسبیح سکھائی حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سکھائی تھی یہ سنت ہے ۔ کئی سال بعد وہ شخص انھیں (نور محمد صاحب کو)ملا اور (ان سے) لپٹ گیا انھوں نے نہیں پہچانا ،اس نے کہا میں وہ ہوں جسے آپ نے وہ نماز (صلوۃ تسبیح) سکھائی تھی جب سے میں نے سیکھا ہے روز آنہ دو مرتبہ پڑھتا ہوں اور ایسا محسوس ہوتا ہے ،ایسا لگتا ہے گویا میں نے اللہ کے قدموں پر سجدہ کیا ہے ۔ (سبحان اللہ)

۳) اللہ نے بہترین امت کے لیے بہترین رہبر بھیجا ہے (اب ہمارا یہ فرض ہے کہ اس بے مثال رہبر کی اقتدا کریں)

۴) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایسی نماز پڑھتے تھے جیسے محمد صلی اللہ علیہ و سلم پڑھتے تھے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایسی نماز پڑھتے تھے جیسی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے

۵) ایمان کی برکتوں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں میں محبت ڈالیں گے یہاں تک کہ دوسری مخلوق بھی دعا کرتی ہے

۶) دعوت تو جب ہوگی جب ساتھی بھائی بن کر کام کریں گے ورنہ ایک طرف دعوت ہوگی اور دوسری طرف عداوت

۷) انسان کے اندر اللہ نے تین صفت رکھی ہیں:

۱) کسی نہ کسی کے سامنے جھکے گا :

اگر اللہ کے سامنے نہیں جھکے گا تو اللہ حقیر سے حقیر مخلوق کے سامنے جھکائیں گے۔

۲) کسی نہ کسی کی نقل کرے گا :

اگر اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل نہ کریں تو حقیر فلم اداکاروں کی نقل کرکے اپنے حقیقی رب کو ناراض کرے گا

۳) داعی بنے گا:

اگر اس کلمہ طیبہ کا نہ بنا تو ضرور بضرور دوسری محنتوں کی طرف لوگوں کو بلائے گا ، کبھی سیاسی مجلسوں کی طرف، کبھی مال کی طرف ،دنیا کی طرف اوراللہ نہ کرے اللہ نہ کرے کبھی تو یہ باطل راستوں کی طرف بھی دعوت دے گا۔

(اس لیے اللہ سے دعا کریں کہ اللہ ہمیں اس مبارک کام میں لگے رہنے اور آخری وقت تک اس مبارک کام میں لگے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور دعا کریں کہ ہم سے ایسی کوئی غلطی نہ ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ ہمیں اس کام سے نکال پھینکے۔ بقول ہمارے امیر صاحب کے "اس کام سے کوئی ہٹتا نہیں ہے بلکہ اللہ ہٹا دیتا ہے۔" اللہ رب العزت ہم سب کی حفاظت فرمائیں)

گیارہویں نشست (۲۸۰۵۲۰۱۳) بروز منگل

حضرت مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم

وقت: -۱۱:۱۱ بجے صبح سے ۱۲:۵۵

۱) سب سے زیادہ ضرورت کام کرنے والوں کو اعمال دعوت پر یقین رکھنا ہے

۲) کام کرنے والوں کی نظریں دوسرے طریقے پر اسلئے اٹھے گی کیونکہ وہ اعمال دعوت کو اعمال نبوت یقینی نہیں جانتے (اسلیے میرے بھائیوں دوستوں بزرگوں ہمارے معاشرہ کی اصلاح اس وقت تک ممکن نہیں ..... جب تک ہم وہ نہ کریں جو ہمارے پہلوں نے کیا)

۳) حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمت اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے :

" اعمال دعوت ایمان و اعمال میں کمال پیدا کرنے کے لیے ہیں۔"

۴) ہم دعوت اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ ہم نے پہلے عمل سمجھا ہے (بقول مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جس

چیز کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہو اس چیز کی بصفت تبلیغ کرو اسکی دوسروں کو دعوت دو، اور بقول موجودہ حضرت جی کے دعوت اصل داعی کی اپنی ذات کے لیے ہے)

۵) جب یہ کام تنظیم بن جائے گا نا .... تو اس میں امیر اسے بنایا جائے گا جو دنیاوی عقل رکھتا ہو ......

[ایک جماعت یہاں (نظام الدین) آنے والی تھی حضرت نے مفتی زین العابدین صاحب سے کہا میرا دل چاہتا ہے آپ اس جماعت کو لیکر نکلے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے جماعت کا امیر اسے بنایا جس کا سب سے اچھا قرآن تھا۔

حضرت مولانا الیاس صاحب چاہتے تھے جماعت کا امیر عالم ہو یا قاری ہو ۔]

۱۶) اللہ کے راستے کے خروج کو جب تک ہر عبادت اور ہر ضرورت پر مقدم نہ کیا جائے گا اللہ کے راستے کی لذت اور برکت حاصل نہیں ہوگی ۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ﴿٢٦﴾

خبرنامہ

بلاشبہ اس میں نصیحت کا سامان ہے، ان کے لیے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں۔ (سورہ ۷۹، النازعات: ۲۶)

مدیر کے قلم سے

توہین رسالت کا مرتکب ہونے کی غلط فہمی، لڑکے نے ہاتھ کاٹ لیا

(ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام) پاکستان میں ایک پندرہ سالہ لڑکے نے اس غلط فہمی میں کہ وہ توہین رسالت کا مرتکب ہوا ہے، اپنا ہی ہاتھ کاٹ کر جسم سے الگ کر دیا۔ اُس کے اس اقدام پر اُس کے والدین اور پڑوسی اُسے خراجِ تحسین پیش کر رہے ہیں۔

نیوز ایجنسی اے ایف پی نے لاہور سے اپنی ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ یہ واقعہ تقریباً چار روز قبل لاہور سے جنوب کی جانب کوئی ۱۲۵ کلومیٹر دور حجرہ شاہ مقیم کے نواح میں پیش آیا۔

مقامی پولیس چیف نوشیر احمد نے اے ایف پی کو اس واقعے کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ ایک قریبی گاؤں کی ایک مسجد میں ایک اجتماع کے دوران امام نے کہا کہ جو لوگ پیغمبر اسلام سے محبت کرتے ہیں، وہ اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ پھر امام نے حاضرین سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا کہ وہاں موجود لوگوں میں سے کس کس نے نماز ادا کرنا چھوڑ دی ہے۔

اس سوال کے جواب میں پندرہ سال محمد انور نے، جو اس سوال کو اچھی طرح سے سن ہی نہیں سکا تھا، غلطی سے اپنا ہاتھ بلند کر دیا۔ اس پر وہاں موجود ہجوم نے اُسے توہینِ رسالت کا مرتکب قرار دے دیا۔

امام نے کہا کہ جو لوگ پیغمبر اسلام سے محبت کرتے ہیں، وہ اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں، پھر پوچھا کہ آپ میں سے کس کس نے نماز چھوڑ دی ہے؟

بتایا گیا ہے کہ اپنے ساتھ ہونے والے اس سلوک کے فوراً بعد محمد انور اپنے گھر گیا اور اُس نے اپنا وہ ہاتھ کاٹ کر جسم سے الگ کر دیا، جو اُس نے امام کے سوال کے بعد فضا میں بلند کیا تھا۔پولیس چیف کے مطابق بعد ازاں محمد انور نے اس ہاتھ کو پلیٹ میں سجایا اور لے جا کر امام کو پیش کر دیا۔

پولیس سربراہ نوشیر احمد نے بتایا کہ اُس نے ایک ویڈیو دیکھی ہے، جس میں گاؤں کے لوگ اس نوجوان کو خراجِ تحسین پیش کر رہے تھے اور اُس کے والدین اپنے بیٹے کے اقدام پر فخر کا اظہار کر رہے تھے۔

پولیس چیف نے کہا کہ اس واقعے کے حوالے سے کوئی شکایت وغیرہ سامنے نہیں آئی ہے، اس لیے کوئی پولیس رپورٹ بھی درج نہیں کی گئی ہے اور نہ ہی اس کیس کے سلسلے میں کسی طرح کی کوئی تحقیقات کی جائیں گی۔

بیس کروڑ کی آبادی کے حامل پاکستان میں توہینِ رسالت ایک حساس موضوع ہے، جہاں غیر مصدقہ الزامات کے بعد بھی پُر تشدد واقعات سامنے آتے رہتے ہیں اور لوگ قانون کو ہاتھ میں لے کر ملزمان کو ہلاک کر ڈالتے ہیں۔

ناقدین کا، جن میں یورپی حکومتیں بھی شامل ہیں، کہنا یہ ہے کہ پاکستان میں زیادہ تر ذاتی رنجشوں کا بدلہ لینے کے لیے توہینِ مذہب کے قوانین کو غلط اور ناجائز طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

تبصرہ نگار: مجمع بھی عجیب تھا جنھوں نے اتنی سی بات پر توہینِ رسالت کا الزام عائد کر دیا، مزید بر آں ہاتھ کاٹنے پر مبارک باد کا دینا بڑی حیرت اور افسوس کی بات ہے۔ بعض رپورٹس کے مطابق مولوی صاحب کا سوال تھا'' مجمع میں سے جو نبی ﷺ سے محبت نہیں کرتا وہ ہاتھ اونچا کرے'' اگر واقعی یہ سوال پوچھا گیا تھا تو مولوی صاحب کو پہلے گھیرے میں لینا چاہیے، بھلا یہ کوئی سوال ہے؟

اللہ تمام مسلمانوں کو فہمِ سلیم سے نوازے۔ آمین۔

شاہِ ملت انظر شاہ قاسمی دامت برکاتہم کی گرفتاری

بنگلور کرناٹک سے تعلق رکھنے والے ہر دلعزیز بے باک خطیب حضرت مولانا سید انظر شاہ قاسمی دامت برکاتہم کو دہلی پولیس (سی بی آئی) نے حراست میں لے لیا۔

خبروں کے مطابق دیوبند سے فارغ سید انظر شاہ قاسمی دامت برکاتہم کے پاس منگل کی رات کچھ اہلکار پہنچے اور پوچھ تاچھ کا کہہ کر ان کے گھر سے لے گئے۔ موقع پر موجود لوگوں نے بتایا کہ حضرت لنگی ہی پہنے ہوئے ان کے ساتھ چلے گئے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ گھر لوٹنا آج رات نہیں ہوگا۔ اس کے بعد حضرت سے پوچھ تاچھ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ فون ریکارڈنگ اور بودے ثبوتوں کی مدد سے حضرت پر دہشت گردی کا الزام تھوپنے کی ناپاک کوشش کی گئی۔ اس دوران بنگلور کی پرجوش عوام اور ہندوستان بھر سے حضرت کے چاہنے والوں نے جگہ جگہ احتجاجی جلوس نکالے۔

جمیۃ العلماء ہند تک خبر پہنچے ہی مولانا ارشد مدنی و محمود مدنی ادام اللہ فیوضہما نے کاروائیاں اور دوڑ بھاگ شروع کر دیں۔ اس کے علاوہ بعض مخالفین کی ویڈیو کلپس بھی سامنے آئیں جنہوں نے شاہِ ملت کی رہائی کے لیے حکومت سے اپیل کی۔ غیر مقلدین کی جانب سے جاری کردہ ایک ویڈیو کلپ میں ایک مولانا نے کہا کہ ہمارے ذاتی اختلافات اپنی جگہ، لیکن He is our sheikh، انہوں نے میڈیا کے رویے پر کھلے انداز میں تنقید کرتے ہوئے کہا کہ مولانا کو یوں میڈیا کے سامنے پیش کیا گیا کہ پیچھے ایک بڑا مجمع پولیس کا چل رہا تھا اور دائیں بائیں دو افراد نے حضرت کے بازو پکڑ رکھے تھے، گویا وہ کوئی ولن ہوں۔

اللہ ہمارے تمام علماء کی حفاظت فرمائیں، چاہے وہ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتے ہوں۔ اللہ کافروں کے شرور و فتن سے امتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

اشتہارات

نوٹ: اشتہارات میں موجود لنکس اور پیجز پر موجود مواد سے مدیر اور مجلسِ مشاورت کا اتفاق لازمی نہیں ہے!

Facebook.com/RaddeGhairMuqallidiyat

www.DarulIfta-Deoband.com

اُم المدارس "دار العلوم دیوبند" کا آن لائن دار الافتاء

زبانیں: انگریزی، اردو

کل فتاویٰ جاری شدہ: ۱۶۴۷۹

استفتاء کے بعد برائے مہربانی انتظار کریں اور بار بار یاد دہانی نہ کروائیں۔ ایک فتوی کے لیے ۱۵-۲۰ دن

Facebook.com/ShaykhZulfiqarAhmad

“Sarbakaf” Magazine Total Pages:۱۳۳ | ”سربکف “ مجلہ کل صفحات:۱۳۳